سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) نمبر ۱۶۰

تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ

شایع کردہ

انجمن ترقی اردو [ہند] دہلی

سنہ ۱۹۴۱ء　　(جیّد پریس دہلی)　　قیمت عمر

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) نمبر ۱۶۰

تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو [ہند] دہلی

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ

مقدمہ

تاریخِ بہمنی

یہ کتاب دراصل "تاریخ دکن امجدیہ" مصنفۂ ابو الفتح ضیاء الدین محمد المعروف بہ سید امجد حسین بن سید اشرف الحسینی الایازی خطیب جامع مسجد عیدگاہ ایلچپور کے باب چہارم " دربیان سلطنت شاہان بہمنیہ " کا فارسی نثر سے اُردو نظم میں ترجمہ ہی جو امیر الاُمرا سر سالار جنگ مختار الملک بہادر کے عہدِ وزارت ممالک محروسۂ سرکار عالی میں تصنیف ہوئی۔ جب نواب خورشید جاہ بہادر برار تشریف لے گئے تو مصنّف نے جناب نواب صاحب بہادر موصوف سے طباعت کتاب ہذا کی درخواست کی جسے جناب نے قبول فرمایا اور آپ کے حکم مبارک سے بنام " تاریخ دکن ملقب ریاض الرحمٰن المعروف بتاریخ امجدیہ" ایلچ پور کے مطبع خورشیدیہ میں ۱۲۸۷ھ میں طبع ہوئی۔

مکمّل تاریخ امجدیہ گیارہ ابواب اور ایک خاتمہ (مشتمل بر سہ فصل) کا مجموعہ ہی پورا مسودہ بڑی تقطیع کے ۷۲۵ صفحات پر ہی اور ان میں باب متعلقہ سلطنت بہمنیہ پر ساٹھ صفحات سے اوپر لکھے ہیں جن کا ترجمہ اُردو نظم میں برار کے کسی شاعر سہیل نے کیا ہی جو ایک مخطوطہ کی صورت میں اتفاق سے دکن کالج پوسٹ گریجویٹ ریسرچ

انسٹیٹیوٹ پونہ میں ملا۔ یہ ان مخطوطات میں شامل تھا جو ستارا کے تاریخی میوزیم سے یہاں لاکر رکھے گئے ہیں۔ اسے انجمن ترقی اُردو اپنی طرف سے باجازت ڈائرکٹر صاحب دکن کالج (ڈاکٹر ایرچ جہانگیر تاراپوروالا) شایع کرنے کا فخر حاصل کرتی ہو۔

اسی تاریخ منظومہ کا ایک اور نامکمل نسخہ جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن میں ہو جس کے متعلق فہرست نگار مخطوطات اُردو جامع عثمانیہ کا خیال ہو کہ یہ اصل مسودہ مصنّف کا ہو[1] جب ہم اس مطبوعہ تفصیل کا مقابلہ اپنے نسخہ سے کرتے ہیں تو ہمارا نسخہ ابتدا ہی میں کسی قدر مختلف معلوم ہوتا ہو کیونکہ اس میں سلطنت بہمنیہ کے حکمرانوں پر لکھنے سے پیشتر ایک عنوان " ذکر سلطنت محمود غزنوی " قائم کیا ہو جو ہمارے نسخہ میں نہیں ہو پھر اس کے بعد مصنّف نے سلاطین بہمنیہ کے حالات کو شروع کیا ہو۔ اس حصّے کا پہلا شعر یہ ہو جس سے ہمارے نسخہ کی بھی ابتدا ہوتی ہو ؎

دِلا کر رقم حمد ربّ کریم — کہ ہو ذات جس کی کریم و رحیم

شاعر سُہیل کے متعلق پونہ میں کچھ دستیاب نہیں ہوسکا مگر شاعر حمد۔ نعتِ پیغمبرؐ اور بیانِ معراج کے خاتمہ پر کچھ اپنے متعلق بیان کرتا ہو۔ ان اشعار سے اتنا معلوم ہوتا ہو کہ تحریر کتاب کے وقت وہ اپنی جوانی گزار چکا ہو اور اگرچہ کچھ مایوس نظر آتا ہو مگر پھر بھی ہمیشہ گوشہ نشین رہ کر علمی کاموں سے مشغلہ رکھتا ہو ؎

زمانے کے دیکھے فراز و نشیب — یہاں تک کہ اب آگیا وقتِ شیب
نہیں کوئی بھی اب ہمارا وطن — مگر دَوْرِ گردوں ہو اپنا وطن
کوئی علم سے بڑھ کے دولت نہیں — کسی فن میں یہ جاہ و عزت نہیں
ہوا ہوں جو سب سے کنارہ گزیں — تو علم سخن ہو مرا ہم نشیں
ہنر اور کوئی اس سے بڑھ کر نہیں — کوئی علم سے بڑھ کے جوہر نہیں

---

[1] تفصیلی فہرست مخطوطات کتب خانہ مکتبہ جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن، مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری مطبوعہ ۱۹۲۹ء ص۱۰۱-۹۹

اس کے بعد وہ صراحتاً بیان کرتا ہو کہ اس نے تاریخ احمدی کے حصّہ بہمنی کا نثر سے اُردو نظم میں ترجمہ کیا تھا ذیل کے اشعار سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اس نے محض حصّہ بہمنی کو ہی نظم کرنا پسند کیا۔ ممکن ہو بعد میں اس نے اس کے دیگر حصص کا ترجمہ کیا جو ابھی تک ایک مسودہ کی صورت میں جامع عثمانیہ میں نامکمل موجود ہو سہ

سلاطین گزرے ہیں جو بہمنی	ہو تقویم پارینہ یہ ای غنی
ہو تاریخ مطبوع جو اک احمدی	وہ ہو نثر میں اور بھی فارسی
کیا نظم اُردو میں اُس کو تمام	کہ ہوں مستفیض اس سے سب خاص و عام

اب یہاں سے اصل موضوع " بیان سلطنت و حکومت سلاطین بہمنی " کے عنوان سے حسن بہمنی بانیٔ سلطنت بہمنی کا یوں ذکر شروع کرتا ہو سہ

حسن بہمنی جو ہوئے بادشاہ	تو گلبرگہ اُن کا ہوا تخت گاہ
تواریخ میں اس طرح ہو لکھا	حسن کی تھی یہ حالتِ ابتدا
برہمن تھا دہلی میں قانون گو	منجّم بھی تھا اور قانون گو
مگر عہد وہ شاہ تغلق کا تھا	برہمن ملازم تھا شہزادہ کا
ملازم تھا اس بہمنی کا حسن	پریشان، گرفتار رنج و محن

ان میں سے شعر سوم توجہ خاص کا محتاج ہو، جس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ حسن بانیٔ سلطنت بہمنیہ اس سے قبل دہلی میں ایک برہمن قانون گو اور منجّم کا ملازم تھا جہاں سے اس کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ یہاں مشہور گنگو یا گانگو کی بجائے " قانون گو " اگرچہ مزید دلچسپی اور تحقیق کے لائق ہو، مگر ہمارے مورّخین نے اس روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہو اور اس کی ذمّہ داری ابوالقاسم فرشتہ پر ہو جس نے خود " حسن گانگوئی بہمنی[1] " لکھا ہو، اور آگے چل کر اس کے آقا کو " گانگو پنڈت " تعبیر کیا ہو۔ نہ معلوم

---

[1] تاریخ فرشتہ (نولکشور مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۳ء) ص ۲۷۳ و ص ۲۷۸۔

فرشتہ نے "بہمن" کو کیسے برہمن تصور کر لیا۔ حالانکہ زمانۂ وسطیٰ کے مصنفین نے کبھی بھی لفظ برہمن کو "بہمن" نہیں لکھا۔ فرخی محمود غزنوی کی فتح سومنات کے ضمن میں لکھتا ہے[۵]

برہمناں را چناں کہ دید سر ببرید　　ببرید بہ سر آں کز ہدی تبا بد سر

اور جب شیخ سعدی نے سومنات کی زیارت کی تو یوں کہا (بوستاں سعدی)

بہ نزدیک تر پیر ... کہ برہمن ... عجب ... من

کتب ذیل ... سوسرانہ حیثیت بھی ... ن بہمنی کا بیان ملتا ہے۔

۱ - ضیا برنی　　تاریخ فیروز شاہی - "حسن گانگو" صفحہ ۵۲

۲ - شمس سراج عفیف　　تاریخ فیروز شاہی - "حسن گانگو" صفحہ ۲۲۴

۳ - حاجی الدبیر　　ظفر الوالہ　　"حسن گانگو" صفحہ ۱۵۹

۴ - سید علی طباطبا　　برہان مآثر　　"حسن شاہ گنگوئی" صفحہ ۱۱

۵ - خواجہ نظام الدین　　طبقات اکبری　　"حسن گانگو" صفحہ ۲۲

مگر صفت ... گانگو کے "حسن کاکویہ" ... شواہد ... جاتا ہے کہ لفظ بہمن سے مراد ... ان متذکرہ بالا ماخذ میں سے ایک دو میں اس کا مکمل شجرہ نسب اسفندیار تک دیوان التواریخ اور بہمن نامہ سے ہو ... سے نقل کیا ہے افسوس ہے کہ آج یہ کتب ناپید ہیں۔ غرضکہ ان شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ حسن در اصل ایرانی الاصل تھا اور اسی وجہ سے ابتدا ہی سے عوام میں نام "بہمنی" ... تھا۔ مگر لفظ گانگو جو مختلف صورتیں اختیار کر چکا ہے اور ابتدا سے ہی اس کے نام کا حصہ بن چکا ہے۔ خاص کر ان ایام میں جبکہ وہ دہلی میں مقیم تھا۔

اس باب میں ہم اب ایک اور معاصر مستند سند سے استفادہ کر سکتے ہیں جس سے

---

[۵] رسالہ تاریخ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری حیدرآباد دکن جنوری ۱۹۲۹ء صفحہ ۵۳

مصنف کو رکنی ہونے کا بھی شرف حاصل ہی۔ یعنی "فتوح السلاطین۔ شاہنامۂ ہند" تصنیف مولانا عصامی سے، جس نے جلوس سلطان علاؤالدین والدنیا ابوالمظفر بہمن شاہ السلطان اید ملکہٗ وسلطانہٗ" کے عنوان کے تحت یوں کہا ہی۵۱

برآں شاد میمون و فرخندہ چہر علا دیں لقب آمدہ از سپہر

بسیرت فریدوں و بہمن بنام شدہ کنیتش بو المظفر مدام

اور اسی کتاب کے آخر میں ایک اور عنوان "دعائے دولت خلیفہ برحق علاؤالدین [illegible] شاہ سلطان" قائم کیا ہی اور اسی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۵۲

بعد از فریدون فرخ نژاد ترا دید در کوشش عدل وداد

ترا نام علاؤالدین آمد لقب کہ برتر شدی از شہاں در نسب

"سلطان علاؤ الدنیا والدین ابوالمظفر بہمن شاہ"

اور اتفاق سے یہی نام ولقب اسی زمانہ میں کتبات مسجد گلبرگہ میں۵۳ جو ۷۵۴ھ میں تعمیر ہوئی اور اس بادشاہ کے سکّوں پر بھی ملتا ہی۵۴ اور یہ سب سے زیادہ صحیح اور معتبر شہادتیں ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص مختلف مراحل زندگی طے کرنے کے بعد اور مختلف نام ولقب اختیار کرنے کے بعد آخر کار اسلامی سلطنت دکن کی بنا رکھتا ہی جو قدرت نے اُسی کے لیے ودیعت کی تھی جہاں اس کے لیے موقع تھا کہ اپنے فروعی اور عارضی القابوں اور ناموں سے اعراض کرکے جو اس کے ساتھ اس کی مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہے اپنا اصل آبائی نام ونسب

۵۱-۲ فتوح السلاطین یعنی "شاہنامۂ ہند" عصامی۔ مرتبہ ڈاکٹر آغا مہدی حسین آگرہ۔ ص۶-۵۲۳-۵۲۵

۵۳ ایپگرافیا انڈو مسلیکا ۸-۱۹۰۷ء۔ کتاب مسجد گلبرگہ از میجر ہیگ۔ ص۱

۵۴ اسلامک کلچر حیدرآباد دکن ۱۹۳۵ء مضمون مسٹر اسپیٹ مسکوکات بہمنی ص۲۸۸

اختیار کرے جو آج ہمیں اس کے کتبات اور خود جاری کردہ سکّوں میں اور عصامی کے متذکرہ بالا اشعار میں ملتا ہے اور اسی کو صحیح اور اصل تصوّر کرنا چاہیے۔

اسی منظومہ تاریخ بہمنی میں منجملہ اور امور کے خواجہ محمود گاواں کا واقعہ ہمیں محتاج وضاحت نظر آیا اگرچہ اس مختصر سے مقدّمہ کے بے ضرورت طویل ہونے کا اندیشہ ہے کہ جب خواجہ نے اپنے حسنِ قابلیت اور تدبّر سے نام و عزت پیدا کی اور اصلاح ملک کی طرف توجہ کی جس کی وجہ سے اُس کے معاصرین کے اقتدار میں فرق آتا تھا۔ تو انھوں نے اس کے خلاف ایک سازشی تجویز کی کہ ایک خط خواجہ کی مُہر لگا کر اس کی طرف سے رائے نرسنہا کے نام تیار کرکے بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یہ رائے نرسنہا ملک درمیان تلنگانہ اور کرناٹک قیام کرکے بیجانگر کے اکثر حصّہ کو اپنے تصرف میں لے چکا تھا[۵۱]۔ اس جعلی خط میں اپنے ولی نعمت بادشاہ کے خلاف فوج کشی کرنے کے لیے دعوت دی اور یہی سخاوی نے اپنی کتاب "الضوء اللامع فی قرن التاسع" میں لکھا ہے[۵۲]۔ رائے نرسنہا کی بجائے بعض تاریخوں میں اور زیر نظر ترجمہ میں رائے اُڑیسہ کا نام لکھا ہے جو غلط ہے ؎

یہ رائے اوڑیسہ تھا خط رقم کہ خواجہ کی مُہر اس پہ بھی مرتسم

اور جب بادشاہ کے روبرو اس خط کو پیش کیا گیا تو بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور خواجہ کو طلب کیا جب خواجہ حاضر ہوا تو بادشاہ اس وقت شراب کے نشہ میں چور نہ تھا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے بلکہ جلّاب کی دوا[۵۳] پینے کے بہانے خلوت میں آگیا

---

۵۱ برہان مآثر۔ ص۱۲۶

۵۲ سخاوی مطبوعہ مصر ص۱۴۴ ج۱۰

۵۳ برہان مآثر ص۱۲۹

جہاں خواجہ کی بے گناہ شہادت ۸۸۶ھ میں وقوع میں آئی۔

آخر میں اس امر کا اقرار کرنا پڑتا ہی کہ یہ اُردو منظومہ مسودۂ تاریخ بہمنی دراصل اپنی تاریخی حیثیت سے تاریخ فرشتہ پر مبنی ہی جیسا کہ محمود شاہ کے بیان کے آخر میں ذیل کا شعر لکھا ہی جس میں لفظ قاسم سے مراد ابوالقاسم فرشتہ ہی ؎

لکھا ہی یہ قاسم نے اس سنہ کا حال فراغت طلب تھا خفیف الخیال

تاریخ کو شاعر نے عہد کلیم اللہ کے عہد پر یوں ختم کیا ہی:-

گئی دولتِ بہمنی جو گزر ہوئے طائفے پنج پھر جلوہ گر

قطب شاہ و عادل نظام و عماد

بریدی تھے بیدر میں فرحان و شاد

یعنی یہ سلطنت بہمنی آخر ان پانچ دکنی سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی اور ان کے ختم ہونے کے بعد مغل دکن پر قابض ہوگئے۔

غرضکہ یہ ایک مکمّل تاریخی مسودہ اور گزشتہ صدی کی اُردو نظم کا بہت اچھا نمونہ ہی جس میں شاعر سہیلؔ نے نہایت کاوش سے تمام واقعات کو سلیس اور دلکش پیرایہ میں قلمبند کیا ہی اور بعض جگہ وہی فارسی ترکیبیں بھی مضمون کے لحاظ سے برقرار رکھی ہیں۔ امید ہی کہ اہل ذوق اس سے بخوبی مستفید ہوں گے۔

پونہ۔ ۲۳ رجون ۱۹۴۱ء

محمّد عبد اللہ چغتائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلا کر رقم حمد ربِ کریم		کہ ہی ذات جس کی کریم و رحیم
جہاں آفریں کُل کا پروردگار		خطا پوش و ستار و آمرزگار
دو عالم کا دو حرف سے نقش بند		نوازندۂ بندۂ مُستمند
صفات اُس کی قدرت کی بیحد و مر		نکات اُس کی حکمت کے شمس و قمر
گلستانِ عالم کا وہ باغباں		کیا جس نے پیدا یہ باغِ جہاں
گلِ نوع بنوع اور بہارِ ربیع		یہ ہیں اس کے نقش و نگارِ بدیع
عجب جوہرِ رُوح بھی ہی لطیف		ہی انسان جس کے سبب سے شریف
ہوئی اُس کی قدرت یہ جلوہ نُما		دیا خاک کو گوہرِ بے بہا
حسین و جمیل اور خوش رو جواں		زمیں پہ بصد ناز دامن کشاں
ہر اِک مُلک و ہر شہر میں جلوہ گر		کوئی شمس اور کوئی مثل قمر
ہر اک فرد آئینۂ بے مثال		نمائندۂ حکمتِ ذوالجلال
ہیں اضداد آب آتش و خاک باد		دیا اُن کو آپس میں کیا اتحاد
رکھا سر پہ آدم کے تاجِ کرم		کیا خاکِ ناچیز کو محترم
ثریا پہ پُہنچائی اُس کی کلاہ		کیے ختم سب اُس پہ اعزاز و جاہ

خزانوں کے اُس کے کھلے ہیں جو باب | تو بخشش فراواں ہی اور بیحساب
کسی کو وہ دیتا ہی علم و کمال | کسی کو وہ دیتا ہی حسن و جمال
سوا اُس کے کس میں ہی یہ اقتدار | کرے خلق عالم جو ہژدہ ہزار
جلال اور عظمت کا اُس کے بیاں | کریں کیا کہ عاجز ہی اپنی زباں
خرد فہم و ادراک و وہم و گماں | بھٹکتے ہیں پھرتے ہیں دیوانہ ساں
ہی امکاں سے باہر جو ذاتِ کمال | نہیں پہنچتی واں کمندِ خیال
ہمیشہ سے وہ گوہرِ سرمدی | دکھاتا ہی قدرت کی اپنی خودی
کشایندہ قفل مہمات کا | برآرندہ عالم کی حاجات کا
ہی باطن وُہی اور ظاہر وُہی | ہی اوّل وُہی اور آخر وُہی
خرد مند کرتے رہے جستجو | حکیموں نے کی ہی بہت گفتگو
فصاحت کے میداں میں باصد ہوس | کُدائے بہت ناطقہ کے فرس
چلے اور تھکے رہ گئے درمیاں | نہ پہنچا کوئی تا حدِ لامکاں
ہی لاہوت میں ذاتِ حق جلوہ گر | نہیں وہمِ انساں کا اُس جا گزر
زباں نالہ کرتی ہی مثلِ جرس | کہ ہی لنگ ذہن و خرد کا فرس
یہی اُس کے کافی ہیں حمد و صفات | یہ عالم ہی سب آیتِ بینات
کہاں لامکاں اور کہاں ممکنات | تفاوت ہی اس میں بچندیں جہات
شناسا ہو تو پہلے یزداں کا | کہ جادہ ہی یہ اہلِ ایماں کا
کشادہ ہی خوان اس کی نعمات کا | جہاں سب مُفسّر اُس کی آیات کا
سلاطین جو صاحبِ تاج ہیں | یہ سب سامنے اُس کے محتاج ہیں
کسی کو وہ دیتا ہی تاج و سریر | کسی کو وہ کرتا ہے بالکل فقیر
اُسی کا یہ لطف و کرم موہبت | کہ بخشا اِسے رتبۂ سلطنت

ہزاروں میں لاکھوں میں ممتاز ہے
حکومت بصد فخر و اعزاز ہے

جوانی و پیری کی شام و سحر
سمجھ غور سے ہے یہ پیشِ نظر

ہوئی عمر جس دن کہ تیری تمام
تو صحرائے ناسوت میں ہے مقام

وہاں مونس و یار کوئی نہیں
بجز ذاتِ حق ارحم الرّاحمین

بیاں کچھ کروں نعتِ خیر الوریٰ
شہِ انس و جاں خواجۂ دوسرا

در نعت حضرت رسول مقبول حبیب ربّ العالمین شفیع المذنبین محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جنابِ محمّد شہِ مُرسلیں
جو ہیں سیّدِ اوّل و آخریں

شفیعِ اُمم رحمتِ کردگار
ازل سے ہیں محبوبِ پروردگار

ہزاروں نبی اور ہوئے ہیں رسول
یہ رُتبہ کسی کو نہیں ہے حصول

کریم الشِیَم اور ستودہ صفات
رسولِ خدا سرورِ کائنات

جو عالم میں آئے وہ خالق کے نور
ہوا پہلے اِس معجزہ کا ظہور

نہ تھا سایۂ قامتِ احمدی
تھی ذات آپ کی طلعتِ ایزدی

نہونے کی سایہ کے یہ ہے دلیل
مُجسّم تھے نورِ خدائے جلیل

سراپا تھے خود سایۂ ذوالمنن
تو پھر کس طرح ہوتے سایہ فگن

جو ہے نورِ حق اُس کا سایہ نہیں
کہ ظلِّ الٰہی کا سایہ نہیں

درخشندہ مہرِ حدوث و قِدم
ملک فخر سے چومتے تھے قدم

بیان معراج آنحضرتؐ

سُنو حالِ معراجِ خیر البشر
زمین سے فلک پر ہوئے جلوہ گر

ہوا جانبِ حق سے جو اشتیاق — سواری کو حاضر ہوا اِک بُراق

دَواب بہشتی تھا وہ معتمد — کہ توصیف میں جس کی عاجز خرد

تگ و دو دوا رو میں مثلِ سحاب — کبھی مثل سیماب وگاہے عقاب

دو آنکھیں تھیں یاقوت کی سُرخ فام — زمیں تا فلک اس کو تھا ایک گام

بحکمِ خداوندِ رَبِّ جلیل — تھے میکال بھی اور دِگر جبرئیل

فرشتے تھے دونوں یسار و یمیں — ہوں خدّام جس طرح شہ کے قریں

سوار ہو کے حضرت بہ پشتِ بُراق — بیک لمحہ پہنچے بصد اشتیاق

منوّر مزیّن تھے ساتوں سما — زبانِ فرشتوں پہ صلِّ علیٰ

بہشت اور غلماں و حور و قصور — مزیّن مفرّح تھے با صد سرور

تھا آمد کا حضرت کے شور و شغف — ملائک تھے استادہ چاروں طرف

فلک کے کیے طے جو ساتوں اُطاق — نظر آئی عرشِ مُعلّٰی کی ساق

ہُوا جبکہ نزدیک عرشِ بریں — یہ گویا ہوئے جبرئیلِ امیں

نہیں آگے جانے کی ہم میں مجال — تجلّی کا واں ہی فروغ کمال

نہیں ہم فرشتوں کا واں پر گزر — ہی خطرہ کہ جل جائیں گے بال و پَر

فرشتوں نے آگے بڑھایا نہ گام — گئے آپ ہی خود رسولِ اَنام

ہوا قرب اس درجہ مابین کا — رہا فاصلہ قاب قوسین کا

تکلّم ہوئے جو بہ راز و نیاز — کسی کو نہ اُس میں ہوا امتیاز

ہوا حکم خالق کا یہ بعد ازاں — دکھا لاؤ طبقاتِ نار و جناں

تھا رضوان کو آپ کا انتظار — قدم چومے اس نے بصد افتخار

گئے لے کے جو خازنانِ بہشت — تو دو قصر دیکھے میانِ بہشت

زمرّد کا اِک قصر جو سبز تھا — دِگر قصر تھا سُرخ یاقوت کا

ن دوانی دوانی یعنی مثلِ سحاب

یہ روایت روضۃ الشہدا میں مرقوم ہے۔

یہ پرساں ہوئے تب رسولِ جلیل ۔۔۔ یہ دو قصر کس کے ہیں اے جبرئیل

کیا عرض جبرئیل نے یا رسول ۔۔۔ مفصل کہوں گا تو ہوویگا طول

جو حسنین ہیں آپ کے نورِ عین ۔۔۔ یہ ہیں قصر اُن کے بصد زیب و زین

کہا آپ نے یہ کہو صاف صاف ۔۔۔ ہُوا رنگ میں اِن کے کیوں اختلاف

کیا عرض اس کا کہوں کیا سبب ۔۔۔ ہے تصریح میں اِس کے رنج و تعب

جو اصرارِ حضرت کا بے حد ہوا ۔۔۔ بالآخر کو جبرئیل نے یہ کہا

نہ تھا شاہزادوں کا سِنِّ تمیز ۔۔۔ ہوئے جب سے یہ رنگ ان کو عزیز

زمرد کا ہے قصر بہرِ حسنؑ ۔۔۔ انھیں سبز مرغوب ہے پیرہن

بہشتی جوانوں میں ہیں سبز پوش ۔۔۔ وہ ہیں زہر الماس کے جرعہ نوش

ہوئی کشتِ امید اُن کی ہری ۔۔۔ ملا اُن کو یہ خلعتِ آخری

اِسی رنگ کی ہے جو اُن کی قبا ۔۔۔ جناں میں بھی قصرِ زمرد بنا

برابر جو اس کے ہے قصرِ دُوم ۔۔۔ جو ہے سرخ یاقوت کا کلھم

بنا قصر یہ خاص بہرِ حسینؑ ۔۔۔ کہ ہوں رونق افروز بازیب و زین

وہ گلگوں قبا ہیں جو نشر و علن[۱] ۔۔۔ شہادت کا اُن کو دیا پیرہن

خدا کا یہ اُن پر ہے لطف مزید ۔۔۔ پیاسے ہی خنجر سے ہوں گے شہید

تمنا میں جن کی رہے انبیاء ۔۔۔ تھے مشتاق اس کے بہت اصفیا

کسی کو نہ ہرگز یہ رتبہ ملا ۔۔۔ یہ شبیر کو رتبہ حق نے دیا

یہ درجاتِ عالی ہیں کس کو نصیب ۔۔۔ مگر یہ کہ حضرت ہیں حق کے حبیب

ملی اُن کو یہ دولتِ کائنات ۔۔۔ یہی آبِ خنجر ہے آبِ حیات

حدوث و قدم کے یہ ہیں مہر و ماہ ۔۔۔ شہیدوں میں یہ ہیں باعزاز و جاہ

مقام ہے یہ فخر و مباہات کا ۔۔۔ ہوا ختم حضرت پہ نعمات کا

(۱) سرّ و علن

ہے جس سے محروم ابنِ خلیلؑ — اُسی کے ہیں مظہر حسینِ قتیل
بفضلِ خداوند ربِّ کریم — یہی تو ہیں معنیٔ ذبحِ عظیم
جُدا اُن کا تن سے جو ہو جائے سر — شفاعت کا ہو تاج بالائے سر
جو بخشش ہے اُمت کی مدِّ نظر — شہادت پہ اُن کے یہ ہی منحصر
مشیت میں حق کی یہ ہی اختفا — ظہور ہوگا اس کا جو وقت آئے گا
زبانی جو جبریلِ کے یہ سُنا — تھے خاموش دل میں شہِ انبیاءؑ
جہنم کے طبقات دیکھے تمام — گنہگار لوگوں کے جو تھے مقام
نظر آئیں شکلیں عجیب و غریب — ملائک بھی دیکھے بشکلِ مہیب
ہوئے سیرِ ملکوت سے جو فراغ — مدینہ میں داخل ہوئے باغ باغ
جو بستر پہ آئے شہِ انبیاء — جو دیکھا اُسی طرح وہ گرم تھا
جو تھا جوہرِ نور حضرت کا تن — ہوا واقعہ یہ بچشمِ زدن
گئے اور پھرے مثلِ مدِّ نظر — تھی جُنباں اسی طرح زنجیرِ در
ہو تعریف حضرت کی کس سے بیاں — ہو مدّاح جن کا خدائے جہاں
شریعت کا روشن کیا وہ چراغ — ہوا دین و اسلام سب باغ باغ
خدا نے وہ نازل کی اُن پر کتاب — جو ہے آفرینش کی لُبِّ لباب
سخن مختصر یہ کہ اے سامعیں — زمانہ جو رحلت کا آیا قریں
وصیت کی حضرت نے یہ بالتمام — سُنا کر کہا یہ بہر خاص و عام
ہو آگاہ اے فرقۂ مسلمیں — مرے بعد گمرہ نہ ہونا کہیں
تمسک کریں ان پہ اہلِ سبیل — ہیں دارین میں یہ ثقیل و جلیل
جو ہے ایک ناطق تو صامت دگر — رہِ راست کے ہیں یہی راہ بر
کتاب خدا اور عترت مری — رکھیں یاد سب یہ وصیت مری

وصیّت کا ہر گز نہ آیا خیال حقوقِ پیمبر کیے پائمال
اگر حوضِ کوثر کا ہے اشتیاق نہ رکھ دل میں آلِ نبی سے نفاق
محب دل سے ہو آلِ یٰسین کا کہ بھاری ہو پلّہ ترے دین کا
قیامت کا درپیش ہے مرحلہ شفیعِ اُمم کا بھی ہے سامنا
بہشتی ہیں وہ صاحبانِ قبول جو پکڑے ہیں دامانِ آلِ رسول
بآلِ نبی ذوی الاحترام ہزاروں درود و ہزاروں سلام
ہیں اصحاب حضرت کے جو باصفا مہاجر و انصار دینِ خدا
خدا و پیمبر کے وہ ہیں مطیع مراتب ہیں عقبیٰ میں اُن کے رفیع
خدا سے ہے یہ التجائے سہیلؔ نہیں اور کچھ مدعائے سہیلؔ
طمع سے مرے دل کو کر پاک صاف گنہگار کی ہوں خطائیں معاف
عبث دل کو ہے جستجوئے وفا نہیں باغِ دُنیا میں بوئے وفا
محبت تو اپنی عطا کر مجھے ہو دنیائے دوں سے تنفّر مجھے
رہے دل میں تیری محبت کا داغ لحد میں بھی روشن یہی ہو چراغ
تمنّا ہو ہر چیز کی دل سے دُور بہت بے وفا ہے یہ دارِ غرور
تصدق کریمی کا ربِّ کریم تصدق رحیمی کا ربِّ رحیم
ہو لطف و کرم تیرا سایہ فگن دفع ہو مرے دل کا رنج و محن
جوانی کا آتا ہے جس دم خیال تو ہوتا ہے بس دل میں جوشِ ملال
گئی عمر مانندِ آبِ رواں ہوا باغِ تن پائمالِ خزاں
کہاں وہ طبیعت کا جوش و خروش قریب ہے کہ ہو شمعِ ہستی خموش
ہوا سر سے کافور سپری عیاں مگر رہ گیا میں پسِ کارواں
ہیں مفقود و معدوم جو ہم نفس دلِ زار نالاں ہے مثلِ جرس

جو دیکھا تھا وہ سب ہی خواب و خیال | گزشتہ کا بے سود رنج و ملال
سرائے جہاں ہی بمثلِ دو در | دو روزہ مسافر ہی یاں رہگذر
سفر دور کا اور رہ پُر خطر | درندان وحشی اِدھر اور اُدھر
اگر پاس تیرے ہی جنسِ دغل | خریدار ہی کون اے بدعمل
اگر پند ناصح ہو نقشِ ضمیر | تو ہو حالِ دُنیا سے عبرت پذیر
ہوئی گردشِ چرخ جو ہم عناں | تو امکان میں ہم ہوئے لامکاں
بہت دیکھے دَورِ سنین و شہور | گئے مُلک در مُلک ہم دور دور
تر و تازہ عہدِ موئے شباب | تصور میں ہی مثلِ رویائے خواب
زمانہ کے دیکھے فراز و نشیب | یہاں تک کہ اب آگیا وقتِ شیب
ہوا گرم بازارِ بُغض و نفاق | مروّج نہیں دہر میں اتفاق
کدورت کے ایسے چڑھے ہیں غلاف | نہیں کوئی آئینہ پاک و صاف
زمانہ کا دیکھا جو یہ انقلاب | کیا میں نے تنہائی کو انتخاب
مجھے کوچہ گردی سے رغبت نہیں | کہیں آمد و رفت و صحبت نہیں
موافق کسی سے نہیں ہی جو دل | اقامت کہیں کی نہیں مستقل
نہیں ہی کوئی اب ہمارا وطن | مگر دَورِ گردوں ہی اپنا وطن
بسیط و وسیع ہی جہاں اس قدر | تماشے میں جس کے ہی قاصر نظر
پھریں شش جہت عمر ہوئے تمام | مگر سیرِ دُنیا رہے ناتمام
یہ بازی چوسر نہ شطرنج ہی | فریبندہ اس کا ششں و پنج ہی
یہ لڑکوں کے ہیں کھیل سب مہملات | ہیں نزدِ خردمند سب لغویات
کوئی علم سے بڑھ کے دولت نہیں | کسی فن میں یہ جاہ و عزت نہیں
ہوا ہوں جو سب سے کنارہ گزیں | تو علمِ سخن ہی مرا ہم نشیں

ہوا جب سے میرا کہ سنِ تمیز
کتابوں کی ہی سیر دل کو عزیز
یہی باغ دنیا میں ہے بے خزاں
کروں اس کی تعریف کیا میں بیاں
ترو تازہ مانند باغ بہشت
ہر اک حرف و ہر لفظ عنبر سرشت
فرح بخشِ روح اور دل کا سرور
غم و رنج ہو منتشر دُور دُور
جسے علم حاصل ہی جاہل نہیں
جو جاہل ہی وہ مردِ کامل نہیں
رہِ راست کا ہی یہی راہ بر
نہیں علم جس کو وہ ہی بے خبر
کسی چیز سے شوق مجھ کو نہیں
کوئی اور غمخوار میرا نہیں
کتابیں ہیں اپنی جلیس و ندیم
یہ اک باغ ہی مثلِ باغ نعیم
ہُنر اور کوئی اس سے بڑھ کر نہیں
کوئی علم سے بڑھ کے جوہر نہیں
شب و روز کا ہی جو یہ مشغلہ
تو نظم سخن کا بھی ہی حوصلہ
سلاطین گزرے ہیں جو بہمنی
ہے تقویم پارینہ یہ اے غنی
ہی تاریخ مطبوع جو اک ابجدی
وہ ہی نثر میں اور ہی فارسی
کیا نظم اُردو میں اُس کو تمام
کہ ہوں مستفیض اس سے سب خاص و عام

بیان سلطنت و حکومت سلاطینِ بہمنی

بادشاہِ اوّل

حسن بہمنی جو ہوئے بادشاہ
تو گلبرگہ اُن کا ہوا تخت گاہ
تواریخ میں اس طرح ہی لکھا
حسن کی تھی یہ حالتِ ابتدا
برہمن تھا دہلی میں قانون گوئی
منجم بھی تھا اور قانون گوئی
مگر عہد وہ شاہ تغلق کا تھا
برہمن ملازم تھا شہزادہ کا
ملازم تھا اس بہمنی کا حسن
پریشاں، گرفتارِ رنج و محن
حسن نے برہمن سے اِک دن کہا
جو ہو کوئی خدمت تو لاؤں بجا

برہمن نے جس دم یہ اس سے سُنا — تو اِک جفت نرگاؤ اس کو دیا
دو مزدور بہرِ تردّد دیے — مطیعِ حَسَن وہ ہمہ تن ہوئے
تردد کے قابل زمیں کی عطا — زراعت کرے تاکہ وہ بے نوا
حَسَن نے بھی کی جانفشانی کمال — بامرِ زراعت کیا اشتغال
مَہ و سال گزرے یونہی بیشتر — گئی شامِ غم آئی صبحِ ظفر
نہیں اس کی بخشش کی کوئی جو حد — مددگار سب کا ہے وہی صمد
ہوا ایک دن یہ عجب ماجرا — اُسی کھیت میں قلبہ خود رک گیا
جو مزدور تھے قلبہ رانِ زمین — حسن سے کہا جاکے یہ دل نشیں
حسن پر جو یہ حال واضح ہوا — پئے حضرِ موضع اشارہ کیا
جو اُس موضع کو قدرے کندہ کیا — تھا زنجیر میں قلبہ اُلجھا ہوا
تفحّص جو اُس میں زیادہ کیا — تو زنجیر میں ظرف بستہ مِلا
وہ سب ظرف تھا اشرفی سے بھرا — مگر سب طلا غیر مسکوک تھا
حسن کی ذرا دیکھو خوش نیتی — تھی اقبال مندی کی خوش طینتی
نصیبا جو اُس کا ہوا جلوہ گر — ترقی کی جانب ہوا راہبر
لپیٹ اس کو چادر میں وقتِ شب — برہمن کو جاکر دیا اس نے سب
جو تھا نیک نیّت بوجہِ حسن — حقیقت کہی اس سے نشرِ و علن[ن]
دیانت حسن کی ہوئی دل نشیں — کہا آفریں بلکہ صد آفریں
برہمن بہت اس سے تھا شادماں — کیا شاہزادے سے جاکر بیاں
علوِ ہمّتی کی دلالت ہوئی — تعجب ہوا اور حیرت ہوئی
رسائی کا پیدا ہوا یہ سبب — حَسَن کو کیا ابنِ شہ نے طلب
ملاقات سے اُس کی وہ خوش ہوا — تو شاہِ محمد سے قصّہ کہا

[ن] سر و علن

ہوئی شاہ تغلق کو جو آگہی — توجہ حسن پر ہوئی شہ کو بھی
ہوئے لطفِ شاہی سے مانندِ خاص — بسلکِ امیراں دیا اختصاص
برہمن نے اک دن حسن سے کہا — تیرے زائچہ سے یہ ظاہر ہوا
ہو درجاتِ عالی پہ تجھ کو صعود — سعادت ہو تیری جبیں سے نمود
بفضلِ الٰہی ہو تو خوش نصیب — تیرا طالع چمکے گا اب عنقریب
مرے ساتھ یہ عہد و پیثاق کر — ترقی پہ ہو جبکہ تو جلوہ گر
مرا نام ہو جزوِ اسمِ کرام — تیرے ساتھ روشن ہو میرا بھی نام
حسن نے یہ کی بات دل سے قبول — فقط ذکر تھا تھی نہ ثروت حصول
مُسبّب کے ہوتے ہیں ایسے سبب — عقیل اس میں حیران ہوتے ہیں سب
جو ہی نوع بنوع دورِ چرخِ کہن — گئے شاہِ تغلق بسمتِ دکن
گزر جو ہوا جانبِ دیؤگیر — پسند آیا شہ کو بہت دیؤگیر
یہ حصنِ حصیں ہی بہت اُستوار — تراشیدۂ سنگ ہی یہ حصار
رفیع و متیں اور جائے لطیف — پسندیدہ آب و ہوائے لطیف
ہوا شاہ تغلق کے مافی الضمیر — بنے بارگاہ ہو خلافت مصیر
یہ نافذ ہوا سب پہ فرمانِ شاہ — دکن کو ہوں دہلی سے سب بے و براہ
امیر و وزیر اور صغیر و کبیر — جز و کل ہوں سب ساکنِ دیوگیر
کریں ترک واں کی سکونت قدیم — سبھی دولت آباد میں ہوں مقیم
رکھا دولت آباد بھی اس کا نام — عمارت بنی گرد قلعہ تمام
کھدی خندقِ قلعۂ دیؤگیر — ہوا حکم شہ سے خلافت مصیر
ایلورہ کے اطراف بنوائے باغ — ہوئے لالہ و گل کے روشن چراغ
کھدیں نہریں بھی اور حوضِ بزرگ — کہ آباد ہو یہ بطرزِ سترگ

ازاں جملہ نافذ تھا یہ حکمِ شاہ — سرائیں ہوں تعمیر مابینِ راہ
سڑک پر شجر بھی یمین و یسار — دکن تک ہوں دہلی سے سب سایہ دار
بآسودگی تاکہ خلقت تمام — کرے آمد و رفت میں اہتمام
جو محتاج ہو اور نہ ہو زادِ راہ — مصارف ملے اس کو از گنجِ شاہ
تغیر تبدّل ہوا جو جدید — تو صورت ہوئی تفرقہ کی پدید
ہُما اُڑ گیا دولت آباد سے — ہوا کوچ شہ دولت آباد سے
ہوا سمتِ معبر جو شہ کا گزر — تو تشدید و تہدید کی بیشتر
طلب جو ہوا تھا خراج گراں — تو عمّال و زرّاع نے دی اپنی جاں
محصّل مقرر کیے تیز و تند — رعایا کو پہنچا نہایت گزند
ہوا تھا جو یہ حکم کشورستاں — گئے سمتِ دہلی کو خواجہ جہاں
مگر شاہِ تغلق ز راہِ تلنگ — گئے سمتِ معبر کو خود بیدرنگ
موافق نہ تھی واں کی آب و ہوا — کیا قصد پھر دولت آباد کا
ہوا قصبۂ بیڑ میں جو ورود — ہوا دردِ دنداں یکایک نمود
بالآخر کو دنداں اک گر پڑا — اُسے دفن کرنے کو گنبد بنا
پٹن میں جو پہنچے شہ تخت و تاج — کئی دن رہے اُس میں بہرِ علاج
جو گجرات میں پہنچا یہ بادشاہ — شریروں کا فوراً ہوا بیخ و کاہ
جو تھے بانی شر و فتنہ فساد — ہوئے یک قلم قتل وہ بدنہاد
ہر اک فتنۂ خفتہ بیدار تھا — پئے کشت و خوں گرم بازار تھا
جو تھے مجد دیں اور دِگر رکنِ دیں — دیا حکم اُن کو بصد خشم و کیں
ابھی جا کے اُن کو کرو دستگیر — جو کچھ دولت آباد میں ہیں شریر
پکڑ لاؤ اُن سب کو پیشِ حضور — سیاست سے ان کو کرو چُور چُور

ن رہے چند روز اُس میں بہرِ علاج ن

ازیں بعد تھا پھر یہ حکم قہار
ملک ہی علی جو سر جام دار

دگر ہی جو لاچین آفاق گیر
سر نام احمد ہی روشن ضمیر

جو خسرو ہیں اک شاعر نامور
اعزا میں اُن کے ہیں یہ مشتہر

سوئے خان تقلغ یہ افسر گئے
یہ فرمان تہدید لے کر گئے

امیران سدہ کو فوراً ضرور
روانہ کرو تم ہمارے حضور

معہ دو امیرانِ عالی وقار
ہزار اور دگر پانصد ہوں سوار

معہ رائے چودر اور مدگل کے سب
ہوئے دولت آباد میں یہ طلب

شدائد تھے سلطاں کے جو گوش زد
سمجھتے تھے جانے میں وہ روزِ بد

تو لاچین بھی اور علی جامدار
سوار اُن کے ہمرہ تھے پندرہ ہزار

محصّل کی صورت بہ جرمِ ثقیل
دیا بھیج اُن کو بطرزِ جمیل

سیاست سے تھے شاہ کی جو بہ تنگ
ہوا تا بہ شش ماہ اُن کو درنگ

جو لاچین نے سرزنش کی سوا
تو ہر دل پہ تھا ایک نشتر لگا

خلاصہ بجد و بجہد تمام
جمع کر کے گلبرگہ میں بالتمام

روانہ کیا دولت آباد میں
یہ حاضر ہوئے دولت آباد میں

عین الملک

ہو ما قبل الملک کے لفظ عین
یہ تھے دھاراگڑھ میں بصد زیب و زین

سوئے بادشاہ جو روانہ کیا
تو اثنائے رہ میں یہ سب نے کہا

بجز قتل کے اور نہیں ہی سبب
اسی وجہ ہم کو کیا ہی طلب

سزاوار والنسب یہ سمجھے ہیں ہم
نہوں ہم گرفتار ظلم و ستم

کریں آپ کو ہم جو اُس کے سپرد
تو قصاب کی ہم پہ ہو دست برد

مناسب یہی ہے کہ جائیں نہ ہم
خلافت کا ہم خود اُٹھائیں علم

یہ جب باہمی اتفاق ہو گیا
تو لاچین کو پہلے کشتہ کیا

جو خود سر ہوئے بہرِ جنگ و جدال | لیا لوٹ سب اس کا اسباب مال
ہوا حادثہ جب کہ یہ آشکار | گریزاں ہوا خود علی جامدار
گئے دولت آباد با کرّ و فر | ہوئے عالم الملک پر حملہ ور
قلعہ پہ تصرّف جو اُن کا ہوا | فقط عالم الملک اک بچ گیا
رضامند اُس سے تھے یہ بیگماں | اسی وجہ سے اس نے پائی اماں
ملّقب بسر تیز داماد شاہ | جو تھا ایک سردار فوج و سپاہ
وہ تھا حاکم خاندیس و برار | ایلچ پور میں رکھتا تھا وہ قرار
خلاف اُس نے دیکھی جو اپنی سپاہ | ایلچ پور سے وہ ہوا رو براہ
جماعت وہ تھوڑی سی لے کر قلیل | بہ تعجیل وہاں سے ہوا رہ گسل
کیا اُس نے حیلہ بعزم شکار | گیا وہ مگر جانب ندر بار
ہوا با خبر جو رئیس برار | کہ دامادِ سلطاں ہوا ہی فرار
گیا تھا جو کچھ چھوڑ مال و متاع | طرف اپنے اُس کو کیا انتزاع
گئے دولت آباد بہرِ مصاف | ملے اُن سے جو کہ تھے شہ کے خلاف
جو میثاقِ الفت موکّد ہوا | تو اخلاص مابین بے حد ہوا
جماعت جو تھی اک درونِ حصار | ہوا اتحاد ان سے بھی اُستوار
جو تھا عالم الملک مثلِ وزیر | سیہ نے کیا اُس کو مل کر اسیر

قلعہ و گنج و اسباب تجمل جو تھا (کذا) مُسلّم بدستِ مخالف ہُوا

نہ گزری تھی سہ ماہ سے مدت زیاد | گئی شاہ تغلق کی ہستی بباد
رعایا پہ کیں سختیاں اس قدر | کہ پیدا ہوا مُلک میں شور و شر
اطاعت سے شہ کے ہوئے منحرف | جو شہ اک طرف تو سپاہ اک طرف
مدبّر خردمند جو تھے امیر | وہ باہم ہوئے اس طرح سے مشیر

جو ہم میں سے ہو لائقِ عزّ و جاہ — مناسب ہو اس کو کریں بادشاہ
جو لائق ہو اس تاج و دیہیم کا — وہ حاکم ہو اس جملہ اقلیم کا
مطیع اس کے ہوں سب صغیر و کبیر — ریاست سے ہو ملک رونق پذیر
کوئی منتخب ہو جو ہم میں سے شاہ — ہو فرماں پذیر اس کی جملہ سپاہ
سمٰعیل اک فتح افغان تھا — امیروں میں باعزت و شان تھا
پس از مشورہ کے یہ پایا قرار — کہ اسمٰعیل کو کرلیا اختیار
تھا منصب میں یہ دو ہزاری امیر — بنایا اسے سب نے صاحب سریر
جو یہ شاہ باجاہ و تمکیں ہوا — مخاطب یہ تب ناصرالدیں ہوا
ہوا چتر بھی سر پہ سایہ فگن — ہوا ناصرالدین شاہِ دکن
مناصب سے جملہ ہوئے کامیاب — ہراک نے جداگانہ پایا خطاب
ستار احسن کا جو تھا باشرف — خطاب ظفر خاں سے پایا شرف
باقطاع مکری و رای و باغ — حکومت ملی اُن کو باصد فراغ
دگر کلبرہ و مرج و گلبرگہ خاص — ظفر خاں کو اس سے ملا اختصاص
تھے گجرات میں شاہ تغلق مقیم — سُنی یہ خبر جو عجیب و عظیم
شتابی سے اٹھے بصد اضطرار — چلے دولت آباد کو ایلغار
ملقّب بہ سرتیز داماد شاہ — ملا یہ بھی تغلق سے ذی دستگاہ
مخاطب ملک کل افغاں ستیز — جو تھا سور میدان رزم و ستیز
معہ لشکر مالوہ سی ہزار — مددگار شہ تھا پئے کارزار
جو تھا ناصرالدین میانِ حصار — نکل آیا وہ بھی پئے گیرودار
یہ ہی فوج جنگی کا اس کے شمار — معہ راجپوت و مغل سی ہزار
نمک خوار شہ سے ہوئے برخلاف — ہوا گرم میدان رزم و مصاف

جو تھا میمنہ و میسرہ بادشاہ — قریب الوقوع تھا کہ ہوئے تباہ

یہ تھی چیرہ دستیِ فوجِ شریر — ہو مفرور یا شاہ ہو دستگیر

تھی حق اور باطل میں جنگ و جدال — بالآخر کو اس کا ہوا یہ مآل

یہ کفرانِ نعمت ہوئی جلوہ گر — ہوا قتل اک افسرِ نامور

مخاطب تھا وہ خان جہاں باشکوہ — جو فوجِ مخالف میں تھا سرگروہ

جمے تھے قدم جو بدشتِ ستیز — اُٹھے اور لی سب نے راہِ گریز

عجب ترس و بیم ان پہ غالب ہوا — نشانِ علمدار بھی گر پڑا

ہوا رایتِ جنگ جو سرنگوں — سپاہ اُس کو سمجھی شگونِ زبوں

رہے رزم سے باز وہ سب کے سب — دن آخر تھا جو آگیا وقتِ شب

شادہ ہوئے خیمہ طرفین کے — جواں تھے جو زخمی فریقین کے

پئے زخم دوزی ہوئے جاں تبار — ہر اک اپنے بستر پہ تھا ہوشیار

تھے موجود سب افسرانِ دکن — معہ ناصرالدین و کانکو حسن

پس از مشورہ کے یہ پایا قرار — مناسب نہیں جنگ اب زینہار

کہا ناصرالدین شہ سے کہ ہاں — رہو جا کے تم قلعہ کے درمیاں

جماعت ہو اک مردمِ ہوشیار — ہو حافظ درون و برونِ حصار

ظفر خاں کی جانب ہوا یہ خطاب — روانہ ہو گلبرگہ کو تم شتاب

سپہ اُن کی ہمرہ کی بارہ ہزار — گئے اور ہوئے وہ مقیمِ حصار

دگر اور سردار نامی امیر — باقطاعِ خود سب ہوئے راہ گیر

تعہد ہوا یہ بھی باہم دگر — ممد و معاون رہیں ہم دگر

جو میثاق مذکور محکم ہوا — ہر اک اپنے مرکز کا عازم ہوا

جو سرتیز داماد تغلق کا تھا — تعاقب ظفر خاں کا اُس نے کیا

ہو بیدر میں جو اک حصن حصیں ہوا اُس میں سر تیز جا کر مکیں
حسن با امیرانِ ملک برار تھے اسوار جس میں کہ عشرین ہزار
بڑھا سوئے بیدر برزم و ستیز چلا وہ بھی باصولتِ تیغ تیز
غرض دور خندق جو کندہ کیا تو تا بست روزہ توقف ہوا
لڑائی کی جرأت نہ دونوں میں تھی تلنگان سے فوج جو آ گئی،
تھا راجہ جو ملکِ تلنگان کا اُسے بُغض تھا دل میں سلطان کا
یہ کولاس سے اس نے بھیجی مدد کہ پندرہ ہزار آئے تا شد ومد
تھے میثاق مابین جو دل نشیں ہوا ناصر الدین حسن کا معیں
گئے دولت آباد سے جو سوار لکھا ہے وہ مجموع تھے پنج ہزار
مقابل میں دونوں کی فوجیں بڑھیں جواں مردوں کی خوب تیغیں چلیں
تھے کشتوں کے پشتے بروئے زمیں پُر از خون تھا جملہ روئے زمیں
بہت سخت اُس دن ہوئی کارزار چلے دونوں جانب سے تیغوں کے وار
ہوئے قتل و مجروح ہزاراں ہزار زمیں ہو گئی تختۂ لالہ زار
مخاطب بہ سر تیز اور ترکماں ہوا سرنگوں جنگ کے درمیاں
جو سر تیز پہ وار خنجر ہوا اسی معرکہ میں وہ بے سر ہوا
ظفر خاں جو اُس پہ مظفر ہوا پرا جنگ کا اُس کے ابتر ہوا
ہوئی فوج دشمن کی سب منہزم حسن کا بصد جاہ چمکا علم
جو سر تیز پہ یہ ہوا فتحیاب تو سامان شاہی ہوا دستیاب
گیا دولت آباد باشد ومد کرے تا کہ پھر ناصر الدیں کی مدد
تھے سلطان تغلق جو اک کینہ جو تھے گھیرے ہوئے تغلق آباد کو
سوار اور پیادہ تھے بارہ ہزار پیاپے تھے حملے بروئے حصار

سُنی قتلِ سرتیز کی جو خبر — تو بے دل ہوئی فوج و دل سُرد تر
گرا جبکہ یہ سلطنت کا عماد — پڑا تفرقہ اور حد سے زیاد
دِگرگوں ہوا رنگ جو آشکار — تو شہ اپنا مصلح نہ سمجھا قرار
غم و رنج دل کو ہوا بیکراں — ہوئے سمت گجرات یاں سے رواں
رہی تا بہ سہ ماہ جنگ دوسر — قلعہ کی مہم پر نہ ہوتی تھی سر
جو مسموع[ن] ہوا حال گجرات کا — خیال آیا دفع فسادات کا
تھے گجرات پر شاہ وہاں حملہ ور — یکایک دکن سے یہ پہنچی خبر
حسن کانکو کو کیا بادشاہ — مخاطب علاء الدین باعزّ و جاہ
یہ تھا قصد سلطانِ باحوصلہ — پس از سطے طغانیؔ سومرہ
علاء الدیں پہ کھینچوں گا تیغ ہیب — مگر سو گئے شاہ کے خوش نصیب

بیان سبب انتقال تغلق شاہ

گئے سمتِ ٹھٹھ کو جو سنی کردہ — وہ تھا روز عاشورا ای باشکوہ
غرض شاہ تغلق نے رکھا تھا صوم — تو ماہی تازہ سے کھولا تھا صوم
حرارت ہوئی اُس سے پیدا شدید — تھی سابق سے تپ ہوگئی اب مزید
دم مرگ ہوتی ہی حالت عجیب — ہیں اس جا پہ عاجز حکیم و طبیب
خدا کی مشیت جو ہو چارہ گر — علاج و دوا کا ہو پیدا اثر
تھی میعاد جو وقتِ موعود کی — اطاعت اجل نے کی معبود کی
محرم کی تاریخ تھی بست و یک — سنہ ہفتصد اور چون تھے بے بیت و شک
گئے سِند کے بحر کے جو قریں — تو طی ہو گئی منزلِ واپسیں

ن فسادات گجرات کر استماع — کیا رائت جنگ وہاں ارتفاع

رفتن حسن خاں بہمنی بجانب دولت آباد برائے ملاقات ناصر الدین

حسن دولت آباد با کرّ و فر — جو آئے تو ناصر کو پہنچی خبر
بڑھا پیشوائی کو تا شش کروہ — بغل گیر دونوں ہوئے باشکوہ
حسن کو جو دیکھا بجاہ و جلال — دیا چھوڑ خود سلطنت کا خیال
خدا نے جو بخشا اُسے اختصاص — رجوع ہو گئے اُس سے کُل عام و خاص
امیروں سے ناصر کا یہ تھا خطاب — حسن سلطنت پر رہے کامیاب
سن و سال پیری ہی وقتِ تعب — نہیں آرزو ملک داری کی اب
جو پوچھا کسی نے کہا اس سے صاف — ہوں معذور اس سے امر ہوں معاف
حسن کانگو ہی جو بہمن نژاد — سزاوار شاہی ہی عالی نہاد
سعادت سے روشن ہی اس کی جبیں — وہ ہی لائقِ تاج و تخت و نگیں
سُنے ناصر الدیں سے جو یہ کلام — ہوا یہ پسندیدۂ خاص و عام

جلوس میمنت مانوس حسن کانگوی بہمنی

در شہر گلبرگہ بتاریخ ۲۴ ربیع الثانی

بنامِ حسن خسروی شد تمام — جہاں زیر فرمان و گشت رام (کذا)
بر اورنگ شاہی بر آمد پگاہ — بر آورد و بر سر کیانی کلاہ
بشمشیر فرماں روائی گرفت — بداد و دہش بادشاہی گرفت
جہاں را ازو شد عمارت پدید — بہر مملکت نام نیکش رسید
ہماں شہر گلبرگہ شد تخت گاہ — عمارت بر آورد بر اوج ماہ

بنامِ حسن شہر چوں شد تمام | نہادند زاں حسن آباد نام
محمد منجّم و صدر الشریف | بدخشی سمرقندی دونوں ظریف
تھے ارکانِ دولت میں بس ہوش مند | علوم ریاضی سے بس بہرہ مند
جو ہندی منجّم تھے زنّار دار | تھے علمِ کہانت میں وہ ہوشیار
ہوئی ساعت جلسہ میں قیل و قال | یہی بحث تھی اور جواب و سوال
نجومی ہندی تھے بے حد و مر | عمل کرلیا کثرت قول پر
جو ہی مسجد قطب دیں بادشاہ | گئے جمعہ کو اس میں وقتِ پگاہ
ربیع دوم کی تھی چوبیسویں | سنہ سات سو آٹھ تھے شک نہیں
حسن سلطنت پر ہوئے جلوہ گر | رکھا تاج شاہی کو بالائے سر
ہی عباسیوں کا جو چترِ سیاہ | ہوا سایہ افگن وہ بالائے شاہ
علاؤالدین حسن بہمنی ہی خطاب | ہُما کو خدا نے کیا آفتاب
حسن اور برہمن ہوئے ہم قریں | یہ دو اسم ہیں جز و نقش نگیں
حسن کا انکو بہمنی ہی لقب | ہوا وجہ تسمیہ کا یہ سبب
حسن آباد اس وجہ رکھا تھا نام | کہ گلبرگہ میں تھا قرار و قیام
سعید و مبارک تھی یہ جائے گاہ | لہٰذا اسی کو کیا تخت گاہ
لکھوں وہ بھی ہی جو کہ قول دگر | مورّخ یہ لکھتے ہیں اے خوش سیر
عجم کے جو مشہور ہیں تاجدار | کہ بہمن تھا ایک اور اسفندیار
ملقّب ہوا بہمنی جو حسن، | یہ تھا نسل بہمن میں بے ریب و ظن
تھا عالی نسب اور عالی نہاد | حسن نام تھا اور کیانی نژاد
ہوا جبکہ یہ شاہ باعزّ و جاہ | کیا اس نے گلبرگہ کو تخت گاہ

طلب نمودن بادشاہ محمدؒ منجم و صدر الشریف را بعد از جلوس

محمد منجم و صدر الشریف — تھے علم ریاضی میں جو بس شریف،
بکرات و مرات کہتے بہم — بتصدیق و تحقیق کہتے ہیں ہم
اگر شہ کا اس وقت ہوتا جلوس — پے سلطنت تھا وہ اچھا جلوس
وہ ساعت اگر کرتے شہ اختیار — تو یہ سلطنت رہتی بس پائدار
گئی بادشاہ تک جو اس کی خبر — تردد تحیر ہوا بیش تر
تو وہم ہوا دل میں شہ کے ضرور — ہی شاید مری سلطنت میں فتور
تھے فاضل جو دونوں بعلم و ادب — کیا وقت خلوت میں ان کو طلب
سبب شاہ نے پوچھا افسوس کا — قسم کھا کے دونوں نے تب یہ کہا
جو سمجھے ہیں آپ اس سے ہوں بے خطر — تاسف کا باعث ہی امر دگر
جو سلطاں نے پوچھا کہ وہ ہی کدام — کیا عرض ای شاہ عالی مقام
ہر اک وقت و ساعت ہی تاثیر بخت — مبارک ہو یہ آپ کو تاج و تخت
یہ کہتے ہیں علم ریاضی سے ہم — کہ عشرین عدد سے سلاطین ہوں کم
وہ ساعت کہ ہم کرتے تھے اختیار — قبول اس کو کر لیتے گر شہریار
تو یک صد و پنجہ عدد ہوتے شاہ — تو قائم بہت رہتی یہ بارگاہ
یہاں تک ریاست کو ہوتا قیام — کہ تا ہفتصد سال رہتا قیام
باولاد و احفاد ایں دودماں — اسی تخت پر ہوتے سب حکمراں
سنا شاہ نے جو یہ حسن کلام — ہوا مطمئن اور بصد احترام
صدارت سے اک کو کیا سرفراز — دوم کو دیا منصب امتیاز
ہی تاریخ فرشتہ جو اک معتبر — بتصریح لکھتے ہیں وہ ذی ہنر

کہ بعد از صد و ہفت و ہفتاد سال ۔ ہوا دولتِ بہمنی کو زوال
سلاطیں ہوئے تھے یہ عشریں نفر ۔ گئی سلطنت ہاتھ سے جو گزر
بہ تحقیق تھا ان کو علمِ نجوم ۔ بتصدیق تھے عالمانِ علوم
ہوا خان صفدر پہ الطاف شاہ ۔ مفخّر ہوئے وہ باعزاز و جاہ
دیا خان مذکور کو اختیار ۔ ہو ماہور مشمول ملکِ برار

سوار شدہ رفتن بادشاہ بجانب دہلی و باز مراجعت کردن بسبب تپ محرّقہ

یہ لکھتے ہیں اس جا وقائع نگار ۔ حسن بہمنی شاہِ عالی وقار
ہوئے مائل سیرِ ہندوستاں ۔ چلے لے کے لشکر بصد عزّ و شاں
تھے دہلی میں اِن روزوں فیروز شاہ ۔ طرف اُن کے نہضت کی از تختگاہ
جو گلبرگہ سے پہنچے سُلطان پور ۔ تو راے ہرن[ن] آیا پیشِ حضور
قدم بوس ہو کر کیا التماس ۔ موکل کی جانب سے باد ردّ و یاس
یہ ادل ہو فدوی پہ لطف و کرم ۔ کہ گجرات میں آئیں شہ کے قدم
یہ خطّہ ہی میرے ہی اجداد کا ۔ نمونہ ہی یہ باغ شدّاد کا
گلستاں ہی کیسا پرستان ہی ۔ کوئی حور ہی کوئی غلمان ہی
اگر حسن خلقت ہی یاں کی سرشت ۔ تو آب و ہوا میں ہی مثلِ بہشت
یہ سرگشتہ تیرہ ادبار سخت، ۔ کرم ہو تو ہو جائے بیدار بخت
ہو خدّام شاہی میں میرا شمار ۔ توجہ کریں اس طرف شہر یار
ازیں بعد دہلی کو نہضت کریں ۔ غلام ہی کو مسرورِ حضرت کریں
مؤثر ہوا عرض اس بات کا ۔ کیا شاہ نے قصد گجرات کا

ن راے ہرن نام ایلچی راجہ گجرات

تھا نوساری قصبہ کا وہ مرحلہ — ہوئی شاہ کو جو تپ محرقہ
ہوئی شدتِ مرض جس دم شروع — تو کی سمت گلبرگہ شہ نے رجوع
مشائخ[38] وغیرہ ہوئے جو طلب — وہ دربار شاہی میں حاضر تھے سب
جو کی توبہ شہ نے بحالِ نحیف — تو شاہد ہوئے اس کے صدرالشریف
ازاں جملہ یہ حکم نافذ ہوا — جو ہیں قید میں ان کو کر دو رہا
جو محبوس تھے بد وضع زشت خوی — بلا کر انھیں شاہ نے روبروی
بہ جرمِ عظیمہ تھے وہ پُرخطا — عفو کر کے آزاد اُن کو کیا
جو سات آدمی اور باقی رہے — وہ تھے مرتکب جرمِ سنگین کے
جو تھا دین و دُنیا کے بالکل خلاف — رہائی میں اُن کی کیا اعتکاف
محمد[39] سے لیکن کہا یہ سخن — ہو مختار تو اس میں اب بعد من
ہوا مرض سے حال جس دم سقیم — تھے موجود نامی طبیب و حکیم
لکھو قبل الدین نصیر و علیم — یہ تبریز و شیراز کے تھے حکیم
حکیمانِ ہندی کا بھی تھا علاج — نہ اصلاح پر آیا شہ کا مزاج
اثر تھا نہ کوئی دوا کا پدید — صحیح المزاجی ہوئی ناپدید
ہوا شاہ کے دل کو بالکل یقیں — ہو رحلت ہی اور ہو دم واپسیں
نہ صحت پہ آیا جو شہ کا مزاج — کیا ترک آخر کو سب کا علاج
قریب الوقوع آیا وقتِ سفر — غم و درد و حسرت تھے پیشِ نظر
تھا فرزند کوچک کا محمود نام — یہ پوچھا کہاں ہے وہ عالی مقام
دیا حاضریں نے جواب سوال — کہ مکتب میں پڑھتا ہے وہ نونہال
بشفقت کیا پاس اپنے طلب — قریب آیا جس دم وہ عالی نسب
یہ پرساں[40] ہوئے شاہِ عالی مقام — پڑھی آج تم نے حکایت کدام

[38] اعیان
[39] پیر حسن شاہ
[40] یہ پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو جوان / کہا میں پڑھا ہوں سبق بوستان

کہا آج تو یہ ہی درس سبق ۔۔۔ پڑھے شعر دو سہ اُلٹ کر ورق

اشعار بوستاں

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت ۔۔۔ بسرچشمۂ بر بسنگے نوشت
بریں چشمۂ چوں مابسے دم زدند ۔۔۔ برفتند چوں چشم برہم زدند
گرفتند عالم بمردی و زور ۔۔۔ ولیکن نبردند باخود بگور
سُنی بادشاہ نے جو بیتِ سوئم ۔۔۔ ہوا جوشِ گریہ بصد درد و غم
صدا ہائے ہائے کی تھی آشکار ۔۔۔ رواں اشک تھے مثلِ ابرِ بہار
خزانہ میں تھا جس قدر روپیہ ۔۔۔ کہ کل مبلغ و نقد و زر روپیہ
محمدؐ کو داؤد و محمود کو ۔۔۔ دیا حکم تقسیم اس کو کرو
فواضل مشائخ تھے جو مستحق ۔۔۔ کہ تھے مسجدی و پرستارِ حق
کی تعمیل فرمودۂ شاہ پر ۔۔۔ دیا راہِ مولا میں کُل گنج و زر
سُنا جب کہ تقسیم سب ہو گیا ۔۔۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰه زباں سے کہا
گئی رُوح فوراً بملکِ بقا ۔۔۔ فقط جسم خاکی یہاں رہ گیا
ہوئے سات سو اور اڑسٹھ جو سال ۔۔۔ علاؤالدین کا ہو گیا انتقال
بجاہ و تجمّل بصد تمکنت ۔۔۔ دو ماہ یازدہ سال کی سلطنت
ہوئی زندگی شصت و ہفت سال ۔۔۔ حسن آباد میں دفن ہی خوش خصال

لہ سلطان علاؤالدین حسن شاہ بہمنی

ذکر مزیّن شدن مہدِ ہم گاہ جہاں بانی بوجود نونہال گلستانِ سلطنت و کامرانی محمد شاہ بن سلطان علاؤالدین بہمنی در شہر گلبرگہ و بیان جلوس

بادشاہ دوم

لکھا ہی سوم روز بعدِ حسن ۔۔۔ محمدؐ ہوئے زیب تختِ دکن

سلاطین کا تھا جو داب قدیم — اسی رسم پر یہ رہے مستقیم
کیا تیسرے دن تغیّر لباس — کہ تھا ماتمی وہ سراسر لباس
تھا گلبرگہ میں تختِ فرماں دہی — مزیّن تھا وہاں تختِ فرماں دہی
ہوا شاہ کا جبکہ اس پر جلوس — ہوئی زینتِ دہر مثلِ عروس
ہوا بذل وجود و کرم وافرہ — ہر اک کو دیا خلعتِ فاخرہ
درخشندہ تابندہ تھا چترِ شاہ — مرصّع بدر رشک و خورشید و ماہ
لآلی جواہر سے آراستہ — ہوا از سرِ نَو وہ پیراستہ
وہ چترِ ہمایوں تھا مثلِ ہُما — سرِ شہ پہ مخصوص ظلّ ہما
جو قبہ مزیّن بجوہر ہوا — چمک میں وہ مہر منوّر ہوا
مرصّع تھا یاقوتِ احمر سے سب — مزیّن تھا لعل و جواہر سے سب
بتصریح لکھتے ہیں اہلِ سِیَر — یہ مرسلہ رائے بیجا نگر
نہ یاقوت وہ تھا چراغِ دکن — یہ آیا تھا تحفہ میں بہرِ حسن
کسی سے نہ تشخیص قیمت ہوئی — زباں سے نہ کہنے کی جرأت ہوئی
بالقاب گرامی ہوئے مخترع — حدودِ ممالک ہوئی مُرتفع
جو ہی دولت آباد اک انتخاب — دیا مسندِ عالی اُس کو خطاب
ہر سمت کو بخشا شہ نے وقار — ہوا مجلسِ عالی مُلکِ برار
نواحِ تلنگ اور بیدر کو سب — ہمایونِ اعظم کا بخشا لقب
تھا گلبرگہ جو پایۂ امتیاز — وکالت کے منصب سے تھا سرفراز
ملک نائب اس کو دیا تھا خطاب — بتدریج سب کو کیا کامیاب
ممالک میں ہر سو یہ پایا قرار — ہیں سردار جو فوج کے ذی وقار
امیر امیراں ہو اُن کا لقب — ہوا سب کو حاصل سرور و طرب

دگر یہ کہ ہر روز میں پنج بار | بجے نوبتِ کوس لیل و نہار
پڑی ضرب سکّہ بتقسیمِ چار | مگر مختلف وزن کا ہے شمار
بیک سمت نامِ خدا و رسول | معہ شرعِ دینِ فروع و اصول
دگر سمت کندہ ہوا شہ کا نام | کہ تاریخ و سن اس پہ تھا ارتسام
غل و غش سے سکّہ تھا بالکل بری | طلا مثل کُندن کے چاندی کھری
بہ تحریک رایانِ بیجا نگر | گلاتے تھے صرّاف انھیں بیشتر
یہ تھا مطلب خاص اشرار کا | مروّج رہے سکّہ کفار کا
جو شاہِ محمدؐ کو پہنچی خبر | دیا حکم مانع بتاکید تر
مکرر سُنی ان کی یہ شاطری | کہ کرتے ہیں صرّاف یہ زرگری
جو سکّہ کہ ہے اہل اسلام کا | مخالف ہے وہ اہل اصنام کا
کیا امر ممنوع پہ جو ارتکاب | تو نافذ ہوا حکم تبر شہاب
ممالک میں فرمان جاری ہوا | فقط آبِ شمشیر جاری ہوا
ہر اک شہر و قریہ میں اور جابجا | جہاں دستیاب ہوں وہ اہلِ دغا
کرو اُن کی ہستی کو بالکل خراب | پلاؤ اُنھیں تیغ برّاں کا آب
معیّن تھی تاریخ تو بیدریغ | چلی اُن کے سر پر سیاست کی تیغ
سنہ ہفتصد اور اسٹھ تھا سال | ہوا قوم صرّاف کا جو قتال
جو تھے مرتضیٰ شاہ بحری نظام | ہوا عہد میں اُن کے یہ انتظام
تھے خانِ صلابت جو ترک ولی | وہ بانیِ ٹکسال تھے اِک ولی
بنامِ گرامیِ اثنا عشر | وجوہِ زر و سیم تھا جلوہ گر
دگر سمت کندہ تھا شاہِ نظام | بصد زیب و زینت تھا یہ ارتسام
ایلچ پور میں اور بملکِ برار | رواج اس کا چاہا تھا ہوا آشکار

خباثت میں تھے جو کہ لب لباب — ہوا اُن کے باعث سے یہ سدّ باب
تھیں ملکہ جہاں شاہ کی والدہ — پھریں حج کے بعد از جو دہ طیبہ
مصارف پڑا آمد و رفت کا — یہ تصریح اُس کی ہے اے باصفا
حساب اس میں لکھا ہے منوان کا — کہ سیم ہفتصد چار من تھا طلا
گئے ایلچی شاہِ آفاق گیر — تلنگاں سے لینے خراجِ کثیر
نہ تعویق اس میں کرے زینہار — دے نذرانۂ شاہِ عالی وقار
تھا مشہور راجہ جو رائے تلنگ — ہوا اس طرح وہ مہیائے جنگ
پسر ناگدیو تھا ابنِ بزرگ — عقیل و فہیم اور نہایت سُترگ
ورنگل سے کولاس تک بے شمار — سوار اور پیادے ہزاراں ہزار
چلا جنگ کو اس طرح ناگ دیو — کہ اُٹھتا تھا چاروں طرف سے غریو
برائے تلنگ اور بیجا نگر — جو تھا سلسلہ دوستی ہمدگر
مدد اُس نے یہ اُس کو دی آشکار — سوار اور پیادے تھے عشریں ہزار
یہ حاضر ہوئے ناگدیو کے پاس — ہوئے سُن کے برہم شہِ حق شناس
دیا حکم فتح سمٰعیل کو — کہ اعظم ہمایوں کو بیدر سے لو
ایلچ پور سے خان صفدر بڑھے — سوارانِ جنگی کو لے کر بڑھے
رکھیں دوش پر تیغ خارا شگاف — کریں گرم میدانِ رزم و مصاف
تخالف نہ ہوئے کسی بات میں — کریں جانفشانی مہمات میں
کیا جب یہ فرمانِ عالی وقار — تو صفدر چلا لے کے فوج برار
بہادر جواں مرد و شمشیر زن — تہمتن دلاور ہر ایک پیل تن
تھا خان صلابت جو ابنِ کلاں، — اُسے منتظم کر ہوا خود رواں
مسافت کاٹے جو ہوا فاصلہ — ملا خاں بہادر سے بے فاصلہ

بہادر بصد شوکت و دبدبہ — بڑھا لے کے لشکر بصد دبدبہ
فریقین جو ہو گئے دو بدو — ہوئی کینۂ جنگ سے تند خو
دلیران پولاد و خارا برار — دکھاتے گئے حملۂ کارزار
شجاعانِ جوشن شگاف و دلیر — جھپٹتے تھے دشمن پہ مانندِ شیر
ایلچ پوریوں نے وہ کی رستمی — صف ناگدیو میں تھی برہمی
پرا فوج کا اس کے ابتر ہوا — فرار آخر کار خودسر ہوا
بہادر جو تھا ایک نبرد آزما — گیا تا ورنگل نبرد آزما
تعاقب کیا جو پئے گیرو دار — فرار ہی کو اس نے کیا اختیار
جو راجہ وہاں کا تھا فرماں روا — بہادر نے ہون اُس سے اِک لک لیا
ازاں جملہ پچیس زنجیر فیل — بہ ہیکل قوی و عریض و طویل
ہدایا نفیس اور لے کر تحف — پھر سمتِ گلبرگہ کو ذی شرف
جو تھا عزم تسخیر ملک تلنگ — تھے شاہ محمد مہیائے جنگ
ہوا نام صفدر یہ فرماں صدور — معہ فوج حاضر ہو پیشِ حضور
یہ پہنچا جو صفدر کو فرمانِ شاہ — معہ فوج تھا حاضرِ بارگاہ
تھے شاہ محمدؐ جو روشن ضمیر — تو تدبیر یہ کی برائے منیر
دیا حکم گلبرگہ دے کر تمام — ملک نائب اس کا کریں انتظام
یہ تھے سیف دین اور غوری لقب — دیا ان کو تفویض میں ملک جب
تو کشورستانی کا کھولا علم — گئے جلد کولاس میں باحشم
تھی ماہور و بیدر میں جنگی سپاہ — تو کچھ احمد آباد میں تھی سپاہ
ہمایون اعظم جو تھے اک امیر — یہ گلکنڈہ کو سب ہوئے راہگیر
ازاں جملہ صفدر بھی تھے جاں نثار — تھے ساتھ اُن کے جملہ رئیس برار

ورنگل پہ ان کو مقرر کیا — مہیا پئے جنگ لشکر کیا
تھا اقبال یاور جو صبح و مسا — بہادر کو لے کر چلے بادشاہ
ہزیمت زدہ تھا جو رائے تلنگ — نہ باقی رہا اُس میں یارائے جنگ
ہے قول حکیماں جو الصلح خیر — رکھا طاق پر اُس نے سب رزم و بیر
پئے صلح آیا جو اُس کا رسول — کہا شہ نے اس شرط پر ہے قبول
ہمیں تین سو سے وہ زنجیر فیل — کرے پیش کش یہ بطرز جمیل
دگر تیرہ لک ہون داخل کرے — خراج دوامی یہ داخل کرے
کیا حسب فرمود اُس نے عمل — تو موقوف کی شہ نے جنگ و جدل
کیا کوچ واں سے ہوئے روبراہ — تو بیدر میں داخل ہوئے بادشاہ
بعیش و بعشرت بناز و نعیم — رہے تا بہ سہ ماہ اُس میں مقیم
جو آئے تھے صفدر پئے کارزار — دیا حکم جائیں بملک برار
ولایت جو ہے دولت آباد کی — ہوئی کیفیت اس میں اضداد کی
گئے شاہ جو سمت بیجا نگر — ہوئے ہمعناں حاکم مقتدر
ہوا دولت آباد میں شور و شر — تھا بہرام خاں افسر نامور
حسن بہمنی تھے جو عالی منش — وہ کرتے تھے اُس کی بہت پرورش
جوان و شکیل و تنومند تھا — انھیں کا یہ خواندۂ فرزند تھا
باغوائے قوم مرہٹہ بہم — بغاوت کا اُس نے اُٹھایا علم
تو بعضے امیران ملک برار — جو تھے اُس علاقہ کے قرب و جوار
یہ ہمراز و دمساز تھے سربسر — خصومت پہ ان سب نے باندھی کمر
کئی سال کا حاصل خالصہ — یہ سب دھاراکثر میں تھا اندوختہ
تصرف میں لے آیا بہرام خاں — جو باغی تھے ان کا ہوا ہمعناں

حوالیٔ احمد نگر میں تھے شاہ	ہوا یہ جو مسموعِ عالم پناہ
بتوبیخ و تنبیہ اس کو لکھا	بغی ما بدولت سے جو تو ہوا
کریں عفو پاداش تجھ سے نہیں	جو توبہ کرے تو معہ تابعیں
دیا وہ نوشتہ بسید جلال	گئے تا بہ بہرام وہ خوش خصال
جو تھا کوتیا دیو اک مرہٹہ	لیا اس سے بہرام نے مشورہ
کہا اُس نے سُلطان ہی بس قہار	نہ اب آپ کو تو سمجھ رُستگار
ارادے سے اپنے تو پس پا نہو	وہ زن ہی کہ جو مَرد ہیجانہ ہو
سیاست سے سلطاں کی کریو گریز	اگر حوصلہ ہی تو بہرِ ستیز
لیا دیو گڈھ کا جو ہم نے حصار	تو بکلانہ سے تا بملکِ برار
موافق بہت ہوں گے ہم سے امیر	مناسب یہی ہی کریں دار و گیر
فرستادہ فوراً ہوا تیز گام	کہا شاہ سے جو سُنا تھا کلام
چلے دولت آباد کو جبکہ شاہ	مقابل میں آیا نہ وہ روسیاہ
ہوا حاضرِ خدمت زین دین	وہ درویش قانع تھے گوشہ نشیں
صلاح ان سے پوچھی جو درخوب و زشت	رکھا پشت پر دستِ نیکو سرشت
کہا خیر ہی مت کرو خوف و بیم	چلے جاؤ گجرات میں ہو مقیم
تعاقب میں اُس کے گئے لشکری	نہ ہاتھ آیا ان کے مگر وہ جری
ہوا رنجش شاہ کا یہ سبب	دیا حکم سلطاں نے ان کو یہ تب
مرے شہر سے زین دیں ہوں بدر	مصلّا رکھا شیخ نے دوش پر
جو ہی روضۂ شیخ برہان دیں	گئے اور ہوئے اس میں گوشہ نشیں
یہ گویا ہوئے حضرت زین دین	جو ہو مرد جنبش دے یاں سے کہیں
ہوئے گوش زد شاہ کو یہ کلام	پشیماں ہوئے شاہِ عالی مقام

دیا مصرعہ لکھکر بصدر الشریف بدرگاہِ شیخ آئے صدر الشریف

مصرعہ

من زآنِ تو ام تو زآنِ من باش

یہ گویا ہوئے حضرتِ زین دین کہ سلطان غازی شہ مسلمیں
ہو توفیقِ باری تمھیں راہبر رہو تختِ شاہی پر تم جلوہ گر
شریعت محمدؐ کی جاری کرو دفع شہر سے بادہ خواری کرو
ہر اک کوچۂ شہر میں ہی شراب ہی میخانوں سے شہر سارا خراب
بر انداختہ ہو ہر اک خم کدہ کرو شہر سے بر طرف میکدہ
خلافِ شرع سے کرو اجتناب کرو بادہ خواری کا تم سدّباب
ہو قضات پر حکمِ شاہی صدور بامر و نواہی نہ ہوئے قصور
رو اسم کرو جاری شل پدر نہو زین دین سے کوئی دوست تر
جو سلطان غازی زباں سے کہا مسرت ہوئی شہ کو بے انتہا
نصیحت ہوئی شیخ کی راہبر کیا شہر سے میکدوں کو بدر
ایلچ پور و گلبرگہ میں بے حساب دکانیں تھیں بکتی تھی بے حد شراب
قلمرو سے اپنی کیا یوں بدر نہ باقی رہا خم کدوں کا اثر
جو اصلاح پر شہ کا آیا مزاج شریعت نے فی الجملہ پایا رواج

بیان قتل و قمع قطاعُ الطریقاں کہ در ممالکِ محروسہ رہزنی می نمودند

بہت دزد و مفسد تھے اور راہزن وہ اک فوج تھی درمیانِ دکن
تھا غارت گری ان کا اکثر شعار زیادہ تھے لیکن بملکِ برار
ہوئی ہمت شاہ جو منعطف، یہ نافذ ہوا حکم چاروں طرف

نہ باقی رہیں چور اور راہزن — علاقہ ہو سب پاک نشرّ و علن
بزرگ اور کوچک ہو جو دستگیر — کرو سر قلم تا ہوں عبرت پذیر
ہوا جبکہ جاری یہ حکمِ قہار — قلم ہو کے سر آئے تھے پنج ہزار
ہر اک سمت مجموع کا یہ ہی شمار — قطع ہو کے سر آئے عشریں ہزار
تھے گلبرگہ میں جمع وہ سر بسر — سروں کا تھا انبار پیشِ نظر
ہوئی سطوتِ شاہ آفاق گیر — جرامی ہوئے اس سے عبرت پذیر
ہوا انتظامِ شہ بحر و بر — نہ باقی رہا کوئی خوف و خطر
سنہ سات سو اور چھیتّر ہوئے — جو شاہِ محمّد عدم کو گئے
رہے حکمراں تا بہ سبعہ عشر — تھے نُہ ماہ افزوں گئے جو گزر
خوشا بادشاہے کہ چوں او گزشت — ازو باز ماندہ چنیں سر گزشت
در ایامِ دولت بود دوست کام — بہ ہنگامِ رحلت بود نیک نام

کیفیت احوال فرخندہ فال سلطان مجاہد شاہ ابن محمد شاہ بہمنی و کشتہ شدن او بوقتِ مراجعت از بیجاپور بدستِ داؤد خاں عمِ حقیقی خود

یہ سُلطاں مجاہد کا لکھتے ہیں حال — تھی جب عمر شہزادہ اُنیس سال
جو تھے وارث و جانشینِ پدر — ہوئے تختِ شاہی پہ یہ جلوہ گر
جو ہیں صاحب ملک و گنج و سپاہ — کمر بستہ رہتے ہیں شام و پگاہ
کشن رائے والیٔ بیجا نگر — مکدّر رہتے اس سے شہ بحر و بر
طلب فوج میں حکم صادر ہوا — تو گلبرگہ میں جملہ حاضر ہوا

چلے لے کے ہمراہ فوج عظیم ۔ کبھی کوچ تھا اور کبھی تھے مقیم
کیا آپ تمہید رہ کو عبور ۔ حصارِ ادھونی پہ پہنچے حضور
دکن میں ہر یہ بھی عدیم النظیر ۔ ہوئی اس کی تسخیر مانی الضمیر
تھی صفدر کے ہمراہ سپاہ برار ۔ تہوّر منش اور جلادت شعار
دیا حکم ان کو کہ تم گھیر لو ۔ معہ فوج کے اس پہ حملہ کرو
جو اعظم ہمایوں ہوئے ہم عناں ۔ عقب میں تھے صفدر وہ آگے رواں
کھنچا طول اس میں جو شش ماہ کا ۔ کشن رائے جنگل کو راہی ہوا
وہ راہیں کہ مشکل تھا جس میں گزار ۔ جبالِ رفیع اور بہت خار زار
مجاہد نے بھی ایسی باندھی کمر ۔ تعاقب کیا اُس کا پہنچا جدھر
درختوں سے تھا راہ کا انسداد ۔ دگر یہ کہ آب و ہوا کا فساد
مجاہد نے بھی راہ لی اس طرف ۔ پئے رزم پہنچے بشور و شغف،
برادر جو تھا اک کشن رائے کا ۔ وہ جرّار لشکر کو لے کر بڑھا
یہ لشکر کا اس کے کیا ہی شمار ۔ تھے شش لک پیادے مگر جاں نثار
سواروں کی تعداد تھی ہشت ہزار ۔ مقابل میں آئے پئے کارزار
کشن کا جو لشکر فراہم ہوا ۔ تو لشکر میں داخل وہ اُس دم ہوا
ہوئے حملے مردانہ باہم دگر ۔ چلی تیغ و تیر و سنان و تبر
ہوئے قتل طرفین سے بے شمار ۔ شہادت پہ فائز ہوئے جاں نثار
غرض خان صفدر کا تھا اک پسر ۔ وہ خان مقرب سے تھا نامور
یہ تھا اک طرف دارِ ملک برار ۔ پیا اس نے بھی شربت ناگوار
دگر اور اعیان و انصار شاہ ۔ سوئے ملک عقبیٰ ہوئے رو براہ
مجاہد بھی تھے جو شریک جہاد ۔ سعی اور کوشش کی حد سے زیاد

ہوئے حملے اسلام کے اس قدر   مخالف کی سب فوج تھی منتشر
کہا شاہ نے یہ سخن مختصر   کچھ آساں نہیں فتح بیجا نگر
یہ تھا راجہ وشہ میں قول و قرار   رعایا کو ہو قتل سے زینہار
جوان و مُسن اور صغیر و کبیر   کیے فوج شہ نے یہ جملہ اسیر
مورّخ نے اُن کا کیا یہ شمار   تھے مجموع وہ جملہ ستّر ہزار
کیا کوچ از شہر بیجا نگر   ادھونی پہ آئے شہ بحر و بر
جو تھے خان صفدر بڑے نامور   حصار ادھونی پہ تھے حملہ ور
مقام اس میں شہ نے کیا ایک ماہ   تو مدکل کی جانب چلے بادشاہ
ہوئے واں جو مصروف بہرِ شکار   تو ہمراہ تھے چار سو جاں نثار
جماعت یہ مخصوص تھی ہمرکاب   سنیں نام بھی ان کے سب شیخ و شاب
تھے عموئے شہ ایک داؤد خاں   وہ خود فکر شاہی میں تھے ہر زماں
تھا صفدر جو اک مردم دوربیں   پئے حفظ رہتا تھا شہ کے قریں
مجاہد جو کم سن تھے اور خورد سال   تو انجام کا تھا نہ اُن کو خیال
جو صفدر تھے اعظم تھے بس ہوشیار   کیا اُن کو رخصت بملکِ برار
بناچاری شہ سے کنارا کیا   لیا راستہ اپنے اقطاع کا
تو سلطاں مجاہد مع ہمرہاں   چلے تاکہ لشکر کے ہوں ہم عناں
ملے جبکہ لشکر سے عالم پناہ   ہوئے سمت گلبرگہ کو رو براہ
گئے نہر کشنہ کے جو متصل   پئے صید ماہی ہوئے مشتغل
ہوا درد سے چشم کے کچھ تعب   ہوئے داخل خیمہ آئی جو شب
تو داؤد خاں اور مسعود خاں   ہوئے متفق اور بعضے جواں
سراپردۂ شہ کے بیٹھے قریں   نگہباں جس طرح چوکی نشیں

گئی رات دو پاس جس دم گزر — ہوئے آدمی جا بجا منتشر
سوا نام بردوں کے کوئی نہ تھا — تو داؤد خیمہ میں شہ کے گیا
تھے خوابیدہ سلطاں برُوئے پلنگ — کیا حملہ داؤد نے بے درنگ
تھا خواجہ سرا ایک حبشی غلام — وہ تھا پاسبانِ شاہ میں بالتمام
جو داؤد کو دیکھا خنجر بکف — تو نالاں ہوا وہ بشور و شغف
اُٹھے خواب سے جو شہ حق شناس — پراگندہ تھے، تھے نہ جمع حواس
تو داؤد نے خنجرِ پُر ستم — بصد زور مارا بروئے شکم
شکم سے نکل آئے رودے بروں — مجاہد کا رایت ہوا سرنگوں
پڑی اس طرح کی وہ ضرب شدید — کہ اک وار میں تھے مجاہد شہید
نہ تھا شاہِ مرحوم کا بھی پسر — جو ہوتا وہی تخت پر جلوہ گر
ہوئے جملہ داؤد خاں کے مطیع — مصاعد ہوئے وہ بجاہِ رفیع
تھا داؤد خاں وارث سلطنت — مسلّم ہوئی اس پہ کُل مملکت،
جنازہ بھی گلبرگہ بھیجا گیا — جو تھا دوست اس کا وہ روتا گیا
رہے تین دن واں پہ داؤد خاں — پھرے سمت گلبرگہ کو بعد ازاں
تھی تاریخ ذالحجہ وہ ساتویں — اُنہتّر سنہ ہفتصدؔ [۷۶۹] بالیقیں
مجاہد کا جو یہ ہوا واقعہ — کہ سہ سال بعد از ہوا واقعہ
اجل خانہ تن بہ پرداختش — پس از تخت بر تختہ انداختش
زمانہ نخستیں چنیں کار کرد — جہاں کارِ زیں گونہ بسیار کرد
یکے را ز زر بر سر افسر نہد — دگر را بخاکِ سیاہ در نہد

احوال جلوس داؤد شاہ بن سُلطان علاء الدین حسن بہمنی بعد از قتل مجاہد شاہ

چچا تھے مجاہد کے داؤد خاں — اُسے قتل کرکے ہوئے شادماں

معہٗ کوکبہ فوج با عز و جاہ — ہوئے رونق افروز دیہیم و کلاہ
خبر یہ ہوئی چار سو انتشار — فسادات اکثر ہوئے آشکار
ہوئے خان صفدر بھی دل میں حزیں — تھے اعظم ہمایوں بھی گوشہ نشیں
وہ اِس درجہ آزردہ خاطر ہوئے — پئے تہنیت بھی نہ حاضر ہوئے
معہ فیل و اسپاں با اعزاز و جاہ — ہوئے دولت آباد کو رو براہ
یہ داؤد شہ کو وہاں سے لکھا — کہ خیل و حشم بس مرے ساتھ تھا
ولایت میں اپنی ہوا تیزگام — مرے ساتھ تکلیف میں تھے تمام
مگر چشم ہو بر رہِ انتظار — طلب جب کہ فرمائیں گے شہریار
بہ تحصیل اعزاز و اکرام و جاہ — قدم بوس ہوں گا بالطاف شاہ

بیان جلوس داؤد شاہ بہمنی

سرِ تختِ فیروزہ داؤد شاہ — ہوئے رونق افروز با عزّ و جاہ
سرِ نو پڑا سکّہ داؤد کا — پڑھا خطبہ میں نام داؤد کا
اطاعت میں ہر شخص کا سر جھکا — ہر اک میر و درویش افسر جھکا
حضوری میں حاضر ہوئے کُل امیر — کہ تھا مالکِ تخت و تاج و سریر
مجاہد کی تھی روحؔ پرور بہن — برادر کا تھا اُس کو رنج و محن
نہ دی تہنیت اور نہ تھی فرحناک — برادر کے غم میں وہ تھی دردناک
مقرّب مجاہد کا تھا بانکہ نام — سپاہی جواں مرد و ذی احترام
محرمِ کی تاریخ بست و یکم[ه] — مگر یوم جمعہ تھا نیکو شیم
جو داؤد مسجد کے اندر گئے — صفیں جم گئیں لوگ سب بھر گئے
تھے اوّل کی صف میں جو داؤد شاہ — عقب میں یہ بانکا بھی تھا کینہ خواہ

ه سنہ [illegible]

تھا داؤد شاہ کے جو یہ متصل | نمازہی میں پہلے رہا مشتغل
ملا وقت فرصت تو کھینچی حسام | مجاہد کا اس نے لیا انتقام
بیک حربۂ وضربتِ جاں گزا | کیا قتل داؤد کو بر ملا
جو خان محمد نے دیکھا یہ حال | تو عم زادہ کا اپنے آیا خیال
جھپٹ کر یہ بانکہ یہ فوراً گرا | کیا تیغ سے سر کو اس کے جُدا
جُدا ہو گئے جب کہ دونوں کے سر | قضیہ جو تھا ہو گیا مختصر
یہ تھی حکمرانیٔ داؤد شاہ | فقط پانچ دن اور دگر ایک ماہ

ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بہمنی فرزند کوچک علاؤالدین حسن بہمنی

برتختِ موروثی تختگاہ گلبرگہ بصد شوکت و دبدبہ

غرض رُوح پرور کا ایسا ہوا | جو محمود کو تختِ شاہی ملا
حسن بہمنی کے یہ چھوٹے خلف | درخشاں ہوا مہر برج شرف
پس از قتل داؤد جاگا جو بخت | ہوئے زیب و زینت دہِ تاج و تخت
کم آزار و خوش خلق تھے اور سلیم | شعارِ عدالت یہ تھے مستقیم
نہ تھا سلطنت میں کچھ اُن کے فتور | قوانین تھے غیر نقص و قصور
بہادر و صفدر جو حاضر ہوئے | تو اعظم ہمایوں بھی حاضر ہوئے
بجا لائے سب تہنیت کے رسوم | تھا دار الخلافہ میں سب کا ہجوم
یہ سلطان محمود شاہِ دکن | تھے قاریٔ قرآں بوجہ حسن
نوشت اور تحریر میں خوشنویس | پسندیدہ مطبوع و ہر دل عزیز
علومِ جز و کل سے ہو باخبر | پئے نظم اشعار بھی بہرہ ور

ہوئی گرم جو شاہ کی انجمن
عرب اور عجم کو تھا شوقِ دکن

ہوئے میر فضل اللہ انجو وزیر
وزارت کی رونق پہ مسند پذیر

قصیدہ جو گزرانا درپیش گاہ
ہوئے خوش نہایت خلافت پناہ

یہ داد و دہش کی جلی و خفی
کہ دی جائزہ میں ہزار اشرفی

کُھلا تھا جو دربار انعام کا
بچھا ہر طرف خوان اکرام کا

ہُنر پروری کی جو حد سے سوا
سخاوت کا آوازہ ہر سو گیا

ہوا خواجہ حافظؔ کو شوقِ دکن
ہے مشہور شیراز جن کا وطن

جو تھے میر فضل اللہ انجو وزیر
گئے اُن کی جانب سے خواجہ بشیر

جو کی میر نے اس میں بس جدّ و کد
کیا پاس خاطر سے اُن کے نہ رد

سفر ہند کا کر لیا اختیار
یہاں تک کہ آ پہنچے تا حدِّ لار

جو ہرموز میں آئے عالی وقار
ہوئے کشتیِ شہ پہ خواجہ سوار

روانہ کشتی ہوئی تھی ادھر
جو بادِ مخالف چلی بیش تر

ہوا بحر کو زور و شور اس قدر
رہے باز خواجہ زعزمِ سفر

بالآخر رجوع کی بہ سمت وطن
کہ شیراز ہے بہترین چمن

جو آنے میں حافظ کے پہنچا خلل
تو یہ میر انجو کو بھیجی غزل

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمی بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

بکوئے میفروشانش بجامے بر نمی گیرند
زہے سجادۂ تقویٰ کہ یک ساغر نمی ارزد

رقیبم سرزنشہا کرد کز ایں خاک در بگذر
چہ افتاد ایں سر را کہ خاکِ در نمی ارزد

بسے آساں نمود اول غمِ دریا بسوئے زر
غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمی ارزد

شکوہِ تاجِ سلطانی کہ بیم جان درو درج ست
کلاہِ دلکش ست اما بدردِ سر نمی ارزد

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی
کہ سودائے جہاں داری غمِ لشکر نمی ارزد

بشواین نقشِ دل تنگی کہ در بازاریک رنگی
بغم ہائے گوناگوں مئے احمرنمی ارزد
چو حافظ در قناعت کوش و ز دنیائے دوں بگذر
کہ یک جو منتِ دونانِ جہاں یکسر نمی ارزد

کیا میرؔ نے یہ جو معروض حال
یہ گویا ہوئے شاہِ جود و نوال
کیا تھا جو خواجہ نے قصد حضور
مراعات اس کی ہوئی بر ضرور
تھے محمود جو بحرِ جود و عطا
تو اک الف دی اشرفی طلا
تھے ملا محمدؔ جو ایک مشہدی
رقم بہر ارسال ان کو یہ دی
ہوا قحط جس دم دکن میں پدید
وہ تھا عہدِ محمود شاہِ سعید
تھے نرگاؤ سرکار میں دہ ہزار
اُنھیں پر یہ آیا تھا غلہ کا بار
یہ جاتے تھے گجرات اور مالوہ
طلب غلہ کرتا تھا با حوصلہ
یتیم و مساکیں کی لیتا خبر
یہی فیض جاری تھا شام و سحر
مدرس ہر اک جا مقرر کئے

رجب کی تھی تاریخ بست و نہم
تپ محرقہ کی تھی شدت اتم
سنہ تسعہ و تسعین تھے اور سات سو
بملک بقا جو ہوئے راہ رو
بروز دگر یہ ہوا ماجرا
ریاست کا ایک رکنِ اعظم گرا
ملک نائب اور بادشاہ کے قریں
تھے غوری بھی اور نام تھا سیف دیں
صد و ہفت کا طے کیا مرحلہ
جو درپیش یہ ہو گیا واقعہ
پلایا قضا نے جو جامِ ممات
تو گُل ہو گیا وہ چراغِ حیات

ذکرِ سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود بہمنی

غیاث الدین تھے ایک اُن کے پسر
بعمرِ گرامی سبعہ عشر
ہوئے تختِ شاہی پہ رونق پذیر
مزین ہوا اُن سے تاج و سریر

جو تھے رسم شاہانہ نیک و سعید
بدستور سابق بطرزِ حمید

سلوک و نوازش بہر خاص و عام
با عزاز و منصب ہر ایک شاد کام

تھے اعظم ہمایوں کے ولد رشید
مسمّیٰ بخانِ محمد سعید

بخدماتِ لائق ہوئے سرفراز
ملا اُن کو اک پایۂ امتیاز

تھا سلطان محمود کا اک غلام
لکھا ہے تغل چیں تھا اس کا نام

مزاجِ تغل چیں کے یہ تھا خلاف
مکدّر بباطن بظاہر تھا صاف

وہ تھا آرزومند اس بات کا
وکیل ہوں میں جملہ مہمات کا

وزارت کا خلعت ہو مجھ کو عطا
وزارت کا منصب ہو مجھ کو عطا

دگر وہ جو ہے ولد میرا حسین
ہو سر تیز نوبت بصد زیب و زین

مگر قولِ شہ تھا یہ نشر و علن
یہ فرماتے اکثر زباں سے سخن

قبیح ہے یہ نزدیک میرے تمام
شریف ہوئیں محکوم و حاکم غلام

چہ جائیکہ ہوں ان میں آلِ نبی
پسندیدہ مجھ کو نہیں یہ کبھی

حکومت غلاموں کی سادات پر
ہو اسفل کا درجہ مباہات پر

اسی عرصہ میں یہ ہوا آشکار
جو صفدر تھا سردار ملک برار

ایلچ پور میں یہ ہوا واقعہ
اجل آگئی ہو گیا واقعہ

قطعۂ تاریخ فوت صفدر خاں

سپہ سالار صفدر سیستانی
خطاب مجلس عالی زشہ داشت

بدورانِ علاؤ الدین بہمن
برار اندر لوائے امرا فراشت

بعہدِ شہ غیاث الدین غازی
بگلگشت ارم چوں گام بگذاشت

قلم بر لوح محفوظ از سرِ آہ
بہشت ملجائے او تاریخ بنگاشت

تھا صفدر کا خان صلابت پسر — ہوئی جب کہ سلطان کو یہ خبر
یہ ہم درس و تدریس مکتب میں تھا — نوازش ہوئی شہ کی اس پر سوا
کیا اس کو صفدر کا قائم مقام — وہی عہدہ اُس کو دیا باتمام
عنایت ہوا خلعت زرنگار — روانہ ہوا یہ بملکِ برار

بیان نمک حرامی و مکر و فریب تغل چیں کہ از راہِ حیلہ دعوت غیاث الدین شاہ را در مکان خود بردہ مجبور کردہ نابینا ساختہ و بسیار کساں را قتل کردہ

تغل چیں کمیں گہ میں تھا روز و شب — ضیافت کے حیلہ کا سوچا سبب
گیے شاہ ہمراہ خانہ خراب — تھے بے ہوش اتنی پلائی شراب
یہ تب اہلِ مجلس سے حیلہ کیا — کنارا کرو ہوگا پردہ ذرا
تھی دخترِ تغل چین کی رشک ماہ — تو دلدادہ مفتون تھے اس پہ شاہ
ہوا خرخشہ دُور غیروں کا جب — تغل چیں تھا اور خواجہ طرب
پس پشت بستہ کئے دست شاہ — بدر نوکِ خنجر سے کیں چشم شاہ
سوا اس کے کی اور بدعت عجیب — تھے سُلطان کے جو عزیز و قریب
بہانہ ہر ایک سے یہ کرتا تھا تب — تمہیں بادشاہ نے کیا ہے طلب
جو داخل وہ ہوتا درونِ خیام — اُسے قتل کرتا تھا ترکی غلام
کیے قتل اس طرح چوبیس کس — کیا یہ ارادہ ازیں باز پس
غیاث الدین کے چھوٹے اخی بہمنی — مسمیٰ تھے وہ شمس الدیں بہمنی
جو آئے تو اُن کو یہ دی تہنیت — مبارک تمھیں ہوئے یہ سلطنت

مگر جاریہ سے تھے یہ شمس الدیں — مبرّا اصالت سے تھے شمس الدیں
درونِ قلعہ ان کو وہ لے گیا — سرِ تختِ فیروز دی ان کو جا
جو سلطاں غیاث ہوگئے بے بصر — تغل چیں کے قابو میں تھے بے بصر
تھے محبوس و مجبور با درد و آہ — رہے حصن ساغر میں وہ تا دو ماہ
تھی تاریخ رمضان کی سترہ — سنہ ہفتصد اور نود بے شبہ
ہوا جبکہ اس واقعہ کا ظہور — جو بد اصل ہیں ان کے یہ ہیں شعور

ذکر سلطنت شمس الدین بہمنی برادر علاتی غیاث الدین کہ

از بطن جاریہ بود ابن سلطان محمود شاہ بہمنی

ہوئے شمس دیں بہمنی بادشاہ — مزیّن ہوا ان سے دیہیم و گاہ
ہوئی عمر پانزدہ کے قریب — ہوئے جشن دو اُن کے جاگے نصیب
تغل چین مذکور تھا جو غلام — نوازش ہوئی اس پہ یہ بالتمام
ملک نائب اس کو دیا تھا خطاب — علوئے مراتب سے تھا کامیاب

تفصیل اولاد سلطان داؤد بہمنی

تھے سلطان داؤد کے سہ پسر — یہ تفصیل اُس کی ہے ہو باخبر
محمد کے بعد از ہو سنجر اگر — اسی نام سے ایک تھا مشتہر
مگر کام یہ روح پرور کا تھا — کہ سنجر کو مکحول اس نے کیا
دوم تھا مخاطب بہ فیروز خاں — سوم خانِ احمد تھا با عز و شاں
یہ دونوں برادر تھے اک بطن سے — مگر تھا وہ سنجر دگر بطن سے

یہ چچا اُن کے سلطان محمود تھے	باخلاق عمدہ جو مسعود تھے
تھی سلطان پر ان کی شفقت تمام	خیال اور توجہ تھی ہر صبح و شام
جو تھے میر فضل اللہ ذی مرتبہ	وہی درس دیتے تھے ذی مرتبہ
دو خواہر حقیقی جو اعمیٰ کے تھیں	وہ ان دونوں کے ساتھ منسوب تھیں
معطل ہوئے سلطنت سے غیاث	تھے بے بس تو وہ کہتے تھے الغیاث
بہ ترغیب نسواں مقیّد ہوئے	ہوئے بے بصر اور مقید ہوئے
گئے سمتِ ساغر کیا وہاں قیام	ہوئی فکر اس کی کہ لیں انتقام
ہوئے شہ سے خواہانِ امن و اماں	تو نافذ ہوا حکم امن و اماں
ہوئیں خوش بہت مادر شمس الدین	کہ باقی خلش اب تو کوئی نہیں
بشاشت تھی سب کے یسار و یمیں	تغلچیں تھا خوش اور ہم شمس دیں
ہوا اک تسلّی کا نامہ رقم	جو تھا عہد و میثاقِ لطف و کرم
اماں نامہ جس دم یہ حاصل ہوا	تو اندیشہ و خوف زائل ہوا
طلبگار اپنی ریاست کے تھے	تفکّر میں دار الخلافہ کے تھے
نکل آئے ظلمات ذی جور سے	پکارا جو دیوانہ یہ دُور سے
میں آیا ہوں اس واسطے اب یہاں	کہ اے روز افزون فیروز خاں
کروں تجھ کو گلبرگہ کا بادشاہ	ہوئی فال نیک ان کو یہ رو براہ
جو آئے وہ گلبرگہ باعزّ و جاہ	ہوئے فضل خالق سے وہ بادشاہ
مسبّب نے پیدا کیا وہ سبب	نکل آئے دونوں زچاہِ تعب
گئے جبکہ دو ہفتہ اس میں گزر	تھی بست و سوم وہ زماہِ صفر
سنہ آٹھ سو تھے جو فیروز خاں	باقبال و صولت بصد عزّ و شاں
جواں تین سو اُس کے ہمراہ تھے	کہ سب جاں نثار اور ہوخواہ تھے

وہ جرار وجاں باز و با حوصلہ
مسلح مکمل بصد ولولہ

پیاپے گئے اندرونِ حصار
تھے فیروز احمد پئے گیرودار

دلیروں نے کھینچی جو تیغ دوسر
تو گرنے لگے دھڑ پہ دھڑ سر پہ سر

تغل چیں بھی اور اُس کا پسر
ہوئے قتل دونوں کے تھے شور و شر

جگہ بھاگنے کی نہ پائی کہیں
چھپے زیر خانہ میں خود شمس الدین

بالآخر کو از حکم فیروز خاں
مسلسل تھے زنجیر کے درمیاں

تغل چیں بھی اور ہم شمس دیں
مقید ہوئے دونوں اک جا ہیں

تھا ارکان دولت کو جو اتفاق
تو فیروز خاں بھی بصد طمطراق

سرِ تخت فیروز تھے جلوہ گر
لقب روز افزوں شہ بحر و بر

غیاث الدیں تھے جو اس پر تعب
کیا ان کو ساغر سے شہ نے طلب

تغل چیں کو اُن کے کیا جو سپرد
بیک ضرب شمشیر کی دست برد

ہوئے شمس دیں ملتمس یوں بشہ
کہ مکہ کو جاؤں معہ والدہ

ملی جبکہ رخصت تو اندوہ گیں
گئے اور وہیں تھے سکونت گزیں

رہے زندہ جب تک وہاں ذی وقار
درم سرخ بھیجے انھیں پنج ہزار

سنہ آٹھ سو اور تھے شانزدہ
مدینہ میں جو ہو گیا واقعہ

یہ ہے مدت شاہی شمس دیں
کہ پنجاہ اور ہفت دن بالیقیں

در نق گرفتن تخت سلطنت دکن از وجود برکت آمود سلطان فیروز شاہ الملقب بہ روز افزوں بن داؤد شاہ بہمنی بدار الخلافہ قدیم گلبرگہ

چو فیروز شہ آں کشادہ جبیں
بر آرندۂ تاج و تخت و نگیں

بتائیدِ یزدان و نیروئے بخت — خداوند کشور شدہ تاج و تخت
بروز خجستہ تر از مہر و ماہ — بسر بر نہاد او کیانی کلاہ
درِ گنج بکشاد و لشکر بخواند — بدامن زر و سیم و گوہر فشاند
یہ سلطان فیروز ذی دستگاہ — اولوالعزم تھا شاہِ عالم پناہ
علو ہمتی ایک یہ مختصر — کہ لی دختر رائے بیجا نگر
مکرّر سکرّر ہوئے کارزار — ہوئی فتح فیروز انجام کار
مُرصّع تھا تاج اُس کے بالائے سر — بہ تشبیہہ دستار تھا جلوہ گر
ادائے فرائض میں نیکو صفات — ہمیشہ تھا پابند صوم و صلوٰۃ
ہر اک شب کو معمول تھا تا دو پاس — خردمند بیٹھتے تھے سب شہ کے پاس
فاضل بھی اور شاعرِ قصّہ خواں — ندیمانِ خوش لہجہ شیریں بیاں
شگفتہ طبیعت کریم و حلیم — ہنرمند و زیرک تھے شہ کے ندیم
مقولہ تھا اس شہ کا یہ گاہ گاہ — بوقتِ عدالت ہوں میں بادشاہ
بوقت دِگر ہوں میں مثلِ شما — تھے اخلاق ایسے کہ صلِّ علیٰ
ہوئی سمتِ نسواں جو رغبت تمام — یہ گویا ہوئے اہلِ سُنّت تمام
فقط چار زن سے کریں شہ نکاح — نہیں خامسہ سے جواز و مباح
یہ ہی مذہب حنفیہ میں حرام — نہ تھا موافقِ شاہ جو یہ کلام
تھے اک میر فضل اللہ شہ کے وکیل — یہ کی میرِ موصوف نے اک دلیل
بعہدِ جنابِ رسالت مآب — بحکم خدا تھا جواز و ثواب
ہے اب بھی امامیہ میں یہ مباح — وہ ہے ایک فرقہ بہ زہد و صلاح
غرض شاہ نے بعد ردّ و بدل — کیا مسئلہ شیعہ پر عمل
کیا ہشتصد زن سے اک دن متاع — نہ تھا حکمِ ثانی کا کچھ اتباع

نہ پوچھو کہ کیسے تھے عمدہ خصال — تھی اِک قوتِ حافظہ بھی کمال
تھا معمول و دستورِ شاہِ حمید — ہر اک روز لکھتا کلامِ مجید
جو اک بار سُنتا وہ رکھتا تھا یاد — فصاحت تکلم میں حد سے زیاد
سخن گو و ذی فہم و ذہنِ رسا — تخلص عروضی و فیروزی تھا
اصول اور تفسیر و حکمت فقہ — تھا علمِ طبیعی میں بھی مُدرکہ
رموزاتِ صوفیہ سے باخبر — بدیعُ الکمال اور بدیعُ النظر
پے درس سہ دن کئے اختیار — سہ شنبہ دوشنبہ تو شنبہ چہار
شرح تذکرہ زاہدی کا سبق — پڑھاتا تھا اکثر کتابِ ادق
جو شرحِ مقاصد بعلمِ کلام — مطوّل و علمِ معانی تمام
تھا مطبوعِ خاطر جو عربی کلام — کیا شاہ نے اس طرح انتظام
جہاں رونق افزا تھے دکھنی محل — مبدّل کئے واں پہ عربی محل
نگہبان اُن پر تھے حبشی نژاد — جمیل اور خوش رو وعربی نژاد
زبانِ عجم کے بھی تھے نہ محل — تو خدام کرجی تھے اے باعمل
ازاں جملہ تھیں کچھ زنانِ فرنگ — تھے خدّام بھی ان کے اہلِ فرنگ
بہ تحقیق ہر علم ساعی تمام — تو توریت و انجیل دیکھی تمام
برہمن نصاریٰ و قومِ یہود — ملازم تھے شہ کے بعزّ و نمود
تھی تنقیح ادیان مدِ نظر — ہر اک کی روش سے ہوتا باخبر
جو اک خانِ احمد اخ شاہ تھا — وہ دلدادۂ عزت و جاہ تھا
بہت موردِ لطفِ خاقاں ہوا — مخاطب بھی خان خاناں ہوا
جو تھے میر انجو سیادت مآب — ملک نائب ان کو دیا تھا خطاب
برہمن جو تھے صاحبِ امتیاز — انھیں بھی کیا شاہ نے سرفراز

ہوا دیو رائے بہت خیرہ سر / وہ تھا ایک والئ بیجا نگر
معہ فوج اسوار باسی ہزار / پیادے تھے جنگی تھے نہصد ہزار
تھے ہاتھوں میں اُن کے سنان و تفنگ / مسلح مکمل پئے رزم و جنگ
یہ تھا قصد اس کا کروں رائچور / یہی طمع رکھتا تھا وہ پُر غرور
گئے جبکہ گلبرگہ شاہِ جری / تو ساغر میں پہنچے مع لشکری
سپہ کا کیا شاہ نے جو شمار / سوار اور پیدل تھے بارہ ہزار
زمیندارِ ساغر تھا اک خیرہ سر / مخالف مبارز بصد شور و شر
وہ تھا فتنہ انگیز با ہشت ہزار / معہ ہندی و کولی اہل شرار
گرفتار اُسے فوج شہ نے کیا / تو مقتول وہ حکم شہ سے ہُوا
صلابت بن صفدرِ نام دار / تھا حاضر مع فوج ملکِ برار
یہ نافذ ہوا حکم عز و شرف / اطاعت سے نرسنگہ ہے منحرف
وہ سابق میں دیتا تھا باج و خراج / تمرّد کا اب اس کے سر پر ہے تاج
خیالات فاسد ہیں مغرور کو / کیا اس نے تاراج ماہور کو
مسلمین کو ہے وہ ایذا رساں / پئے تخت و تاراج ہے ہر زماں
ہے کھرلہ کا قبضہ میں اس کے حصار / صلابت مع فوج ملکِ برار
ایلچ پوری اور حاکمِ دیوگیر / مع فوج اس پر کریں دار و گیر
مگر خود معہ فوج بارہ ہزار / سوئے رائے دیو چلے شہریار
صلابت کے ہمراہ تھا جم غفیر / وہ ماہور پہنچا بہ فوج کثیر
تقارب فریقین سے جو ہوا / بڑھے دونوں جانب سے جنگ آزما
شپا شپ چلی تیغ آہن گذار / ہوا گرم ہنگامۂ کارزار
بالآخر ہوئی فتح فیروز شاہ / تھا نرسنگہ میدان سے روبراہ

عریضہ صلابت نے شہ کو لکھا — مبارک ہو یہ فتح اے بادشاہ
صلابت پس از جنگ فتح اتم — ایلچ پور پہنچا بجاہ و حشم
ہوا دیو رائے سے شہ کو فراغ — کیا ضرب سے اس کا خالی دماغ
ہوا دفع سب اس کا خبط و جنون — لیے باز وہ لاکھ دیو سے ہون
ذکور و اناث اور صغیر و کبیر — ہوئے تھے جو کچھ فوج شہ میں اسیر
ہوئے حکم شہ سے وہ فوراً رہا — دگر حکم فولاد خاں کو دیا
کرے ضبط وہ کُل میانِ دوآب — گئے سمتِ گلبرگہ کو پھر شتاب
ہوا تابہ سرما شہ کا مقام — ہوئے سمت نرسنگہ پھر تیز گام
جو تھا ملک گیری کا دل میں خیال — چلے اُس طرف کو پئے گوشمال
جو ماہور میں پہنچے فیروز شاہ — مقدم وہاں کا ہوا عذر خواہ
تحائف کیے پیش کش بیکراں — بعجز و بالحاح مانگی اماں
ہوا جبکہ وہ پائے بوسِ رکاب — رہے پانچ دن واں خلافت مآب
ایلچ پور پھر پہنچے فیروز شاہ — تو نرسنگہ کو یہ ہوئی دستگاہ
مدد اور کمک کی تھی اس نے طلب — مگر منحرف ہو گئے سر بکے سب
مقابل میں جس پر بھی وہ آگیا — معہ فوج میداں میں آکر جما
یہ تھا عزم سلطاں کہ ہو کر سوار — کروں جا کے نرسنگہ سے کارزار
کیا میرو خاں نے یہ معروض شاہ — ہیں کس واسطے آپ کے خیر خواہ
محوّل یہ خدمت ہو ہم کو اگر — بفضلِ خدا فتح ہو جلوہ گر
پسند آیا شہ کو یہ ان کا سخن — ہوئے دونوں ماموروہ صف شکن
غرض میرو خاں نے یہ تدبیر کی — پئے مصلحت ایک تحریر کی
تھا مضمون تحریر کا یہ اصول — اطاعت کرو شاہ کی تم قبول

مناسب ہی پیکار سے اجتناب — نہ ہستی کو اپنی کرو تم خراب
کرو صلح دو شہ کو باج و خراج — ہی فیروز شاہ صاحب تخت و تاج
یہ لکھنا نہ اُس کو ہوا کارگر — ہٹا وہ نہ میدان سے خیرہ سر
تو میر انجو اور خان خاناں بہم — جما کر صفیں ہو گئے بر قدم
کھڑی تھی مقابل میں فوج عظیم — کیئے حملے مردانہ بے خوف و بیم
ہوا کشت وخوں اور جنگ و جدال — ہر ایک تیغ پر چڑھ گیا رنگ لال
شجاعوں نے دی دادِ مردانگی — لڑائی میں دکھلائی فرزانگی
سپاہی جواں مرد و رستم سپر — خوانین میں جو کہ تھے معتبر
شہادت پہ فائز ہوئے سرفروش — گئے خلد کو سُرخ رو سُرخ پوش
مخالف کو غلبہ ہوا اس قدر — ہوا جیشِ اسلام سب منتشر
جو تھے خان خاناں سوئے میمنہ — تو تھے میر انجو سوئے میسرہ
اسی معرکہ میں بجمع قلیل — تھے حیران و استادہ دونوں اصیل
اسی عرصہ میں یہ کسی نے کہا — کہ لو خان خاناں شہید ہو گیا
مگر میر انجو نے اخفا کیا — دیا حکم دو کوسِ شادی بجا
کیا مشتہر یہ میانِ سپاہ — خود آتے ہیں سلطان فیروز شاہ
پراگندہ تھے ہر طرف لشکری — ملے میر انجو سے وہ سب جری
مخالف مقابل میں تھے خیرہ سر — معہ فوج ان پر ہوئے حملہ ور
مبارز جو تھے ہو گئے منہزم — ہوا فتح و نصرت کا پایہ علم
غلط خان خاناں کی وہ تھی خبر — تو ملحق ہوئے دونوں باہم گر
جو یہ شیر دل دونوں اک دل ہوئے — مخالف لڑائی سے بیدل ہوئے
تھا نرسنگہ رائے کا نامی پسر — وہ تھا رائے کوسل سے واں مشتہر

اسی معرکہ میں وہ استادہ تھا   وہ مغلوب و ملکوب جو ہو گیا
جوانوں نے اس کو دیا دستگیر   فراری ہوئی اک جماعت کثیر
تعاقب میں اُن کے چلی فوج شاہ   ہوئے جانبِ قلعہ وہ رو براہ
پیادے تھے نرسنگہ کے اور سوار   ہوئے قتل اس جنگ میں دہ ہزار
قلعہ میں جو نرسنگہ داخل ہوا   تو سب شور و زور اس کا زائل ہوا
ہوا مضمحل اس کا تاب و تواں   تو دو ماہ کے بعد چاہی اماں
یہ گویا ہوئے میر و خاں ذی وقار   نہیں ہے ہمیں اس میں کچھ اختیار
ہے نرسنگہ جو خواستگارِ پناہ   تو خود جا کے وہ ہو قدم بوسِ شاہ
ہوا خواہ نرسنگہ گم کردہ راہ   ہوئے جملگی حاضرِ بارگاہ
بالحاح و زاری یہ شہ سے کہا   پشیمان و نادم ہیں حد سے سوا
جو کچھ ہم سے سرزد جسارت ہوئی   کریں عفو ہم کو ندامت ہوئی
بعہدِ حسن صاحب تخت و تاج   جو دیتے تھے دیں گے وہ باج و خراج
ہیں بندے جو درگاہِ شاہی کے ہم   رہیں گے اُسی طرح ثابت قدم
ہوا موج زن لطفِ فیروز شاہ   تو زر دوزی نرسنگہ کو دی کلاہ
ہوا خوش وہ شہ کی عنایات سے   رہائی ملی جملہ آفات سے
جو شہ کا کرم دیکھا یہ بے قیاس   تو نرسنگہ نے خود کیا التماس
مصالح بہت سے تھے اس کے شمول   کیا اُس کی دختر کو شہ نے قبول
طلا پنج اور نقرہ پنجاہ من   چہل فیل نامی دیے پیل تن
لیا شہ نے نرسنگہ سے اس قدر   تو تسخیرِ قلعہ سے کی درگزر
اسے شاہ نے جب کہ رخصت کیا
کرم اس پہ جو خسروانہ ہوا   قلعہ کی طرف وہ روانہ ہوا

گیا حکم یہ خان خاناں کے نام — قلعہ چھوڑ کے ہو اِدھر تیز گام
غرض میرو خاں جملہ دونوں بہم — ایلچ پور آئے بہ فوج و علم
سر فتح تھے چونکہ فضل اللہ میر — بہت خوش ہوئے ان سے صاحب سریر
کیا ان کو سردارِ فوجِ برار — ہوئے سرفراز اور بڑھا یاد وقار
ہوا جو ایلچ پور میں کچھ قیام — بنا اک سنگیں مکاں بارِ عام
حصارِ ارک میں ہے اس کی بنا — وہ مشہور و معروف ہے دل کشا
مظفر و منصور با بند و بست — ہوئی سمت گلبرگہ کو بازگشت
تھے ان روزوں دہلی میں رونق پذیر — ملقب بہ تیمور صاحب سریر
تھے زینت دہِ تخت ہندوستاں — شہ گورگاں یعنی صاحب قراں
سنہ سات سو آٹھ تھے ہجریہ — جو فیروز شہ کا گیا مرسلہ
تقی الدین دامادِ فضل اللہ تھے — دِگر اور مولانا لطف اللہ تھے
فواضل میں ان کا کیا ہے شمار — یہ تھے پایۂ تخت میں ذی وقار
معہ نامہ و ہدیہ ہائے تحف — ہوئے عازمِ ہند یہ باشرف
گئے راہِ دریا سے یہ ذی شعور — مسافت کی دریا کی جس دم عبور
ہوئی شاہ میں باریابی حصول — دیا پیش کش اور ہوا وہ قبول
ہوئے خوش بہت دل میں صاحبقراں — زباں سے ہوئے اس طرح درفشاں
دکن اور گجرات اور مالوا — کیا ہم نے فیروز شہ کو عطا
دی رخصت لکھے چتر بھی بادشاہ — کرے سلطنت وہ باعزاز و جاہ
لکھا ایک فرماں سعادت نشاں — باعزاز و اکرام با عزّ و شاں
تھا مرقوم بر نام فیروز شاہ — ہو فرزند دلبند اور خیر خواہ
مرخص ہوئے واں سے جو سفیر — تو وہ لائے یہ تحفہ ہائے امیر

مرصّع تھی شمشیر اک آب دار | کمر اور قُبّہ ملوکانہ چار
ازاں جملہ تھا ایک ترکی غلام | دِگر چار تھے اشہب تیزگام

رسد بندیٔ بالاگھاٹ بموجب حکم بادشاہ

اولو العزم و ذی رتبہ فیروز شاہ | تھے علمِ ریاضی میں ذی دستگاہ
سنہ آٹھ سو اور وہ تھے عشر | ہوا جو یہ حکمِ شہِ بحر و بر
رسد بندی ہو برسرِ بالاگھاٹ | جو عالم تھے وہ آئے تا بالاگھاٹ
حسن ان میں کہلاتے تھے اک حکیم | دگر اور بہ تعداد مردِ فہیم
تھے مشغولِ کار اور طرح فگن | ہوئے فوت ناگہہ حکیم حسن
رسد رہ گئی سب کی سب ناتمام | ہوا جملہ بے کار وہ اہتمام
سنہ آٹھ سو اور تھے اثنا عشر | جو گلبرگہ میں شہ کو پہنچی خبر

ورودِ سعادت آمود سید بندہ نواز گیسو دراز در شہر گلبرگہ

ملقّب بہ القاب بندہ نواز | یہ آئے ہیں دہلی سے گیسو دراز
ملک احترام اور عالی مقام | ہیں ذی رتبہ سید محمدؐ ہی نام
یہ ہیں آلِ یٰسین میں بالیقیں | ہی نورِ سعادت سے روشن جبیں
چراغے ز شمعِ خرد تافتہ | کہ خورشید و مہ نور ازو یافتہ
ہوئے ہیں وہ رونق فزائے دکن | سنا جبکہ یہ بادشاہ نے سخن
جو تھا ایسے لوگوں کا شہ قدرداں | خوشی اور مسرت ہوئی بیکراں
دیا حکم ارکانِ دولت کو تب | کریں پیش قدمی بطرزِ ادب
امیرانِ ذی رتبہ با احتشام | گئے اور لائے بصد احترام

ہُوا شہر میں جبکہ اُن کا ورود — ہُوا بامِ عزّت پہ پیدا صعود
یہ تھے شاہ صاحب جو عالی نہاد — ہوا خان خاناں کو بھی اعتقاد
بنی واسطے اُن کے اک خانقاہ — قدم بوس خاں ہوئے شام و پگاہ
حسن خاں تھے فرزند فیروز شاہ — ولی عہد وہ تھا باعزاز و جاہ
بڑے تھے جو فرزند فیروز بخت — معزز ہوئے یہ معہ فیل و تخت
کمر اور شاہانہ چتر و کلاہ — سراپردہ بھی اس کو بخشا سیاہ
یہ سلطاں نے سید کو بھیجا پیام — حسن کو دُعا سے کریں شادکام
یہ گویا ہوئے ان سے بندہ نواز — کہ تم خود اُسے کر چکے سرفراز
دُعا کی مری اس میں حاجت ہی کیا — جو کی سلطنت تم نے اس کو عطا
فرستادۂ شہ نے بارِ دِگر — باصرار اس میں کہا آن کر
دیا آپ نے تب یہ اس کا جواب — برادر ترا ہو چکا کامیاب
اُسے تاجِ شاہی فلک سے ملا — ترے بعد وہ ہوگا فرماں روا
ہوئی خان خاناں کو یہ نامزد — ہی بے سود اس میں سب جدّ و کد
کرے کس طرح سے دُعا یہ فقیر — خدا دے چکا اس کو تاج و سریر
ہوئے سن کے مغموم فیروز شاہ — کہا ہی قریبِ قلعہ خانقاہ
خلائق کا بس ہوتا ہی اژدہام — کریں شہر سے دُور جا کر مقام
تو اس وقت میں شاہ گیسو دراز — ہی مرقد جہاں واں کیا انتزاز
فرودکش ہوئے شہر سے برکنار — مُرید ان کے جاتے تھے واں بیشمار
سکونت وہیں کی باہل و عیال — مزیّن جگہ تھی بحسن و جمال

بیان جنگ و جدال کہ از رائے دیو راجہ بوقوع آمد و شکست اہل اسلام گردید

ہوا رائے دیو بہت خیرہ سر — جمع کی سپاہ اس نے بے حد و مر

ہوئی جنگ کرنے میں اُس کو یہ کد   کہ ہر ایک راجہ سے مانگی مدد

فرستادۂ فوج رائے تلنگ   جمع ہو کے آئے تھے از بہر جنگ

مقابل میں دونوں کی آئی سپاہ   ہوا گرم میدان آوردگاہ

جوانانِ جنگی ہوئے حملہ ور   اجل گہ ادھر تھی کبھی تھی اُدھر

دم تیغ تھا اس قدر برق دم   دکھاتا تھا ہر اک کو راہِ عدم

جو تھے میر فضل اللہ انجو لقب   شہادت پہ پہنچے وہ عالی نسب

ہوا غلبہ و شوقِ خلد بریں   گئے اُن کے ہمراہ اور مسلمیں

دِگر میسرہ کے جوانِ سعید   ہوئے جاں نثار اور اکثر شہید

ہوا رایت خسروانی جو پست   خوشی کا تھا کفار میں بندوبست

تھا مجروح بس لشکرِ نامور   مگر خان خاناں تھے شہ کے پسر

کیا دیو نے اس قدر قتل عام   سروں کا تھا انبار ہر سو تمام

تعاقب جو سلطاں کا اس نے کیا   عمل دخل اس کا ہوا جا بجا

پئے قتلِ اسلام گاڑا قدم   مساجد بھی اکثر کیے منہدم

تو پھر خان خاناں نے انجام کار   فراہم کیا لشکر بے شمار

خزانہ کیا صرف بے حد و مر   دفع تا کہ دیو کا ہو شور و شر

نہ کیوں شہ کو ہوتا غم دلخراش   کہ پیری میں پہنچا تھا یہ زخم فاش

غم و غصہ نے کر دیا تھا سقیم   ہوا عمر آخر میں صدمہ عظیم

بسے غصہ میخورد و شوریدہ وار   بہ پیچیدہ بر خویش چوں روزگار

بہ تدبیر آں بود شاہِ جہاں   کہ تا بر کشد کینہ از ہندواں

پس از چند گاہ کیانی نژاد   ز خستہ دلی سر بہ بالیں نہاد

بالآخر کو شہ نے زمام مُہام   سپرد اُن کو کی تھے جو دونوں غلام

تھا بیدار[۱] اک اور دگر ہوشیار ہوا سلطنت میں انہیں اختیار
بالطاف و اشفاقِ فیروز شاہ ہوئی گو کہ حاصل انہیں دستگاہ
مگر خانِ خاناں تھے خود مدعی انہیں کیفیت جب یہ واضح ہوئی
یہ سلطان سے عرض اک دن کیا طبیعت سے احمد کی واضح ہوا
وہ رکھتا ہے خود دعوئ سلطنت اسے حوصلہ ہے کہ لوں مملکت
جو ہو خان خاناں سے خالی دکن ہوا اس وقت شاہی پہ فائز حسن
جو فرماتے تھے شاہِ گیسو دراز کہا سچ تھا وہ قول بندہ نواز
یہ تدبیر کی شہ نے روزِ دگر کروں خانخاناں کی آنکھیں بدر
ہوئی اطلاع خانخاناں کو جب فراری ہوا واں سے وہ وقتِ شب
ہوا وہ قدم بوس گیسو دراز کہا سچ تھا وہ قول بندہ نواز
پئے فاتحہ بھی کیا التماس دعا بہرِ فدوی کریں حق شناس
فقط اک پسران کے ہمراہ تھا معین و مددگار اللہ تھا
تو سید نے دستار کو پھاڑ کر دیا باندھ دونوں کے بالائے سر
دیا ان کو پھر مژدۂ سلطنت پڑھی فاتحہ اور دی تہنیت
جو کچھ گھر میں حضرت کے تھا ماحضر شریک ہو گئے اور رکھا ماحضر
جو کی خدمتِ شاہ سے بازگشت تردد میں تھے کیا کریں بندوبست
گئے اپنی منزل پہ بہرِ قیام تفکر میں شب ہوگئی وہ تمام
جو نکلا وہ گھر سے بوقتِ سحر مسلح مکمل بہ تیغ و سپر
جواں ان کے ہمراہ تھے چارسو جری اور جاں باز تھے چارسو
اسی عرصہ میں آشنائے قدیم تھا استادہ بیرونِ درِ وہ سلیم
کیا اس طرح اس نے جھک کر سلام کریں شاہ کو جیسے بڑھ کر سلام

[margin notes: ۱ جو واضح ہوا اخوانِ حسن وغیرہ — یعنی عین الملک / یعنی نظام الملک]

کیا خان احمد نے اس سے کلام
طرف اپنے گھر کے ہو تم تیز گام

مری دوستی میں نہ پہنچے ضرر
یہ اک رہ گذر ہی مقامِ خطر

حسن اور بصری ہی بعد از خلف
یہی نام اُس کا ہی اے ذی شرف

یہ تب خانخاناں سے اس نے کہا
نہیں ہی یہ ہرگز طریقہ مرا

جلیس و ندیم ہوں بعیش و طرب
کنارا کروں میں بوقتِ تعب

پسندیدہ ہرگز یہ شیوہ نہیں
یہ اہلِ وفا کا طریقہ نہیں

رہِ دوستی میں ہوں ثابت قدم
نہیں غم اگر سر بھی ہوئے قلم

مری چاکری ہو اگر دل نشیں
تو حاضر ہی یہ بندۂ کمتریں

ملازم رہے یہ جو پیشِ حضور
تو اخلاق رہ نیک کا ہو ظہور

یہ اخلاص اس کا پسند آگیا
اسے خان احمد نے ہمرہ لیا

چلا خان خاناں پئے بندوبست
باطرافِ گلبرگہ کرتا تھا گشت

خلف یار تھا جو مروت طریق
وہ دل سوز تھا اور نہایت شفیق

کیا اس نے سامانِ چتر و کلاہ
بڑا دوست تھا اور بڑا خیر خواہ

روانہ کیے ہر طرف آدمی
کہ ہوں مجتمع اس طرف آدمی

جو کلیانی و بیدر سے حسب الطلب
ملازم ہوئے آئے جو سب کے سب

دیا ان کو بس وعدۂ دل فریب
ہوئے مشترک وہ بجنگ و نہیب

دگر خانِ احمد کو دی یہ صلاح
مہیا ہوں اسباب و جنگ و سلاح

ہو گاوان و رہوار کی کچھ خرید
کہ کثرت ہو لشکر کی اس سے پدید

یہ ہی طرز و رفتار اہلِ دکن
کریں بیرقیں ان پہ جلوہ فگن

پیادوں کو ہمراہ لیں بے شمار
کریں اسپ و گاواں پہ ان کو سوار

جو قائم ہو اس طرح سے طرزِ جنگ
بفضلِ خدا فتح ہو بیدرنگ

نمایاں ہوں اُژدر سے یہ اک طرف | کریں مشتہر یوں بشور و شغف

امیران نامی جاگیر دار | شریکِ مدد ہیں پئے کارزار

یقیں ہو بتائید ربّ انام | ہراسیں نہ ہو وے اور پست نہ ہوں غلام

خلف نے یہ تقریر کی دل پذیر | ہوئی پر نہ احمد کے نقشِ ضمیر

جو ہشیار و بیدار تھے دو غلام | سپہ کا تھا ساتھ ان کے بھی اژدہام

ہوئی فوج شاہی جو اُن سے قریں | تھا طے مسافت ہیں یہ دل حزیں

بیک لمحہ ٹھیرا جو زیرِ شجر | ہوئیں بند آنکھیں ہوا بے خبر

یہ تھا عالمِ خواب میں جلوہ گر | ہیں درویش اک اس کے پیش نظر

کف و دست میں اُن کے ہے سبز تاج | طرف اس آتے ہیں وہ خوش مزاج

کیا خان احمد نے بڑھ کر سلام | دیا تاج بخشا اسے احترام

خود ہی ہاتھ سے تاج سر پر رکھا | کہا مُرسلہ ہے یہ اک شیخ کا

ہوئیں خان احمد کی آنکھیں جو وا | خلف سے بیاں حال رویا کیا

مبشر جو مژدہ یہ حاصل ہوا | تو تدبیر سابق پہ مائل ہوا

خلف تھا جو ہر باب میں ہوشیار | وہ کلیانی پہنچا بچندیں سوار

پئے اسپ و گاواں جو تھا اضطراب | بھرا مول لے کر وہاں سے شتاب

جو تیار کیں بیرقیں رنگ برنگ | بجایا دم صبح کو کوسِ جنگ

یہ مشہور آوازہ ہر سو ہوا | کہ لشکر مدد کو بہت آ گیا

ہیں اطراف کے جتنے نامی امیر | وہ اک دل ہوئے ہیں پئے دار و گیر

انھیں خانخاناں سے ہے اتفاق | غلاموں سے ہے بس نفاق و شقاق

سخن مختصر یہ کہ از جانبیں | مقابل میں آئے بصد زیب و زیں

تھی سلطان کی فوج تو ہشت ہزار | تھے ہمراہِ احمد فقط اک ہزار

لیا گھیر احمد کو چاروں طرف ہوئے حملے اُن کے بشور و شغف
خلف تھا جہاں دیدہ و ہوشیار صف جنگ کو یوں کیا اُستوار
جو اسپان وگاواں تھے اے ذی شعور کیا پیش ان کو براہ مرور
مسطّح جو میدان تھا اک طرف ہوا معرکہ وہاں بشور و شغف
ہوا طرف ثانی کو جب یہ یقیں ہیں امرائے دولت شریک و قریں
ہوا جبکہ غالب یہ اُن پر قیاس تزلزل میں تھے اور پریشاں حواس
تھے احمد کے ہمرہ جو جنگی سوار ہوئے حملہ ور حملہ وہ ایک بار
گرے قلبِ دشمن پہ کھینچی حسام فراری ہوئے رزم گہ سے غلام
ہوئے جبکہ آگاہ فیروز شاہ تھے بیمار لیکن وہ عالم پناہ
اسی دم ہوئے پالکی میں سوار امیر اور سپہ بھی تھی چندیں ہزار
معہ توپ خانہ بجاہ و تزک جلو ریز آئے تھے بہرِ کمک
حسن خاں جو تھے ایک اُن کے پسر لگاتے تھے وہ چتر بالائے سر
حسن آباد سے اس طرف سہ گروہ مقابل میں آئے جو ہر دو گروہ
صفیں جم رہی تھیں بآوردگاہ یکایک تھے بے ہوش فیروز شاہ
تھے سکتہ میں لیکن اڑی یہ خبر ہوئے فوت فیروز شاہ خوش سیر
بزرگ اور کوچک کہیں و تہیں رفاقت سے تھے سب کنارا گزیں
[illegible] اُٹھا لے گئے شہ کو دونوں غلام
قلعہ تک پہنچے سوار تو شاہ تو ہوش آیا اور کچھ ہوا انتباہ
دکھایا فلک نے یہ خواب عجیب ہوا شعبدہ یہ عجیب و غریب
رعایت کو احمد نے رکھا نگاہ ہوئے داخلِ قلعہ فیروز شاہ
تھے احمد باطراف و گرد حصار تردّد تفکّر میں باحالِ زار

بزیرِ قلعہ خیمہ استادہ کر
ہوئے خان احمد وہیں جلوہ گر

بروجِ قلعہ پر چڑھے تھے غلام
جدھر خانِ احمد کے دیکھے خیام

حسن کے اشارے سے وہ تابعدار
سوئے خانِ احمد ہوئے گولہ بار

چلی ضرب بندوق و توپ تفنگ
گرے خیمۂ خان پہ وہ بیدرنگ

جماعت ہوئی جبکہ ان کی تلف
قلعہ سے گئے دُور وہ ذی شرف

جو فیروز شہ نے سنی یہ خبر
حسن سے کہا کہ ہن اے پسر

ہوئی متفق جس سے جملہ سپاہ
وہ ہو حاکم ملک اور بادشاہ

ترے غم سے خلقت ملی بالتمام
رجوع اس طرف ہوگئے خاص و عام

کرو عقل و دانش کا اب اتباع
نور دیدہ ہوئے بساطِ نزاع

فناؤ و خرابی کا ہوگا سبب
اطاعت کرو اپنے عمو کی اب

دیا حکم کردو درِ قلعہ وا
طلب خان احمد کو شہ نے کیا

گئے خان احمد جو باچشم تر
ادب سے رکھا پائے سلطاں پہ سر

بہت روئے مانند ابرِ بہار
پڑھے شعر یہ پیش شہ زار زار

ازیں سرنوشتِ ز سود و زیاں
فلک را بہانہ منم درمیاں

ازینش ستاند بآنش دہد
کند ہرچہ خواہد بما بر نہد

بظاہر بشاشت سے شہ نے کہا
کہ الحمد للّٰہ سپاسِ خدا

مرے سامنے تم ہوئے بادشاہ
مبارک ہو تم کو یہ دیہیم گاہ

مرے بعد اوّل تمہارا تھا حق
ہو آئندہ وہ جو کہ ہو مستحق

ولی عہد میرا ہوا جو حسن
یہ جوشِ محبت تھا سرّ دِعلن

حسن کو بھی تیرے حوالہ کیا
کیا تجھ کو میں نے سپردِ خدا

جو کچھ سلطنت کے ہیں امرِ اہم
توجہ کرو اس میں بوجہ اتم

جو کچھ زندگی ہی مری ماہ و سال | نہ غافل ہو میرا ہو پرسان حال
سنہ ہشتصد اور تھے بست و پنج | مہ عید شوال کا یوم پنج
رکھا تاج شاہی کو بالائے سر | ہوئے تخت فیروزہ پہ جلوہ گر
یہ سلطان احمد شہ بہمنی | ہوئے بادشاہی سے جس دم غنی
پڑا سکہ ان کا بملک دکن | پڑھا خطبہ اُن کا بہ سرّ و علن
دگر روز سلطان فیروز شاہ | روانہ ہوئے جانب خوابگاہ
رہی سلطنت اُن کی پچیس سال | پس از ہفت مہ کے ہوا انتقال

ذکر سلطنت احمد شاہ ولی البہمنی برادر فیروز شاہ بن داؤد شاہ مقتول

ہوا سلطنت پر جو اُن کو صعود | تو علماؤ سادات کی تھی نمود
جو سید محمد تھے گیسو دراز | کی تعظیم ان کی بعجز و نیاز
تھا سابق سے یہ شاہ اُن کا مرید | ہوا ان پہ الطاف وافر مزید
دیے پرگنہ ان کو جاگیر میں | ہمہ تن تھے مصروف توقیر میں
قریں شہر کے ایک جائے سترگ | دی ترتیب از بہر پیر بزرگ
ہوا پھر یہ مرکوز شاہِ انام | کہ لوں دیو رائے سے میں انتقام
خلف کو کیا شہ نے اپنا وکیل | علو مرتبت سے ہوا وہ جلیل
ہزار اور دو صد کا منصب دیا | بصد عزت و شان مخاطب ہوا
جو ہشیار تھا وہ ہوا کامیاب | امیر امیراں کا پایا خطاب
دگر نام جس کا کہ بیدار تھا | شریک و مساوی دربار تھا
اسے دو ہزاری کا منصب دیا | ہر اک کو بقدر مناسب دیا
وہ افسر ہوا دولت آباد کا | وہ حاکم ہوا دولت آباد کا

دیا الف و پانصد کا منصب اسے — بڑھایا بچندیں مراتب اُسے

ہوا عہد اس شہ میں یہ ضابطہ — مروج ہوا اس طرح ضابطہ

کرو دولت آباد کو بھی شمار — یہ ہر سہ جہت ہو گئیں آشکار

برار و ایلچ پور ہر سہ جہات — ہوئے دو ہزاری یہ ہر سہ جہات

امیر اور تھے جو کہ اس کے سوا — ہزاری سے منصب زیادہ نہ تھا

صدی سے نہ تھا کوئی منصب بھی کم — ہزاری کا مخصوص تھا یہ حشم

ہوا مرحمت اُس کو طوغ و علم — معہ کوس و نقارہ باصد حشم

جو فیروز مرحوم کا تھا پسر — دی جاگیر اس کو بقدر بسر

بہ تاکید یہ حکم اس کو دیا — رہے چار فرسخ پہ عملہ ترا

نہ آگے کبھی اس سے رکھنا قدم — رہو تابع حکم عالی ہمم،

ازیں بعد پھر شاہِ عالی وقار — معہ فوج جرّار باچہل ہزار

ہوئے دیو رائے پہ جو حملہ ور — بھگایا اُسے تا بہ بیجا نگر

تعاقب میں اس کے گئے جاں نثار — تو مخفی ہوا وہ درونِ حصار

ولایت میں پہنچے جو آفاق گیر — زن و مرد واں کے کیے سب اسیر

تھے بد عاتِ دیو سے بس دلفگار — کیے قتل اک دن میں عشریں ہزار

رہے تین دن شاہ اس میں مقیم — ہر اک روز ہوتا تھا جشنِ عظیم

جو بت خانہ نامی کی کرتے شکست — تو بجتی تھی نوبت بصد بند و بست

کنائس کو بھی اُن کے ویراں کیا — ہنودوں سے سابق کا بدلہ لیا

جو سلطان احمد شہِ ذی وقار — معہ چند تن نکلے بہر شکار

مخالف جو تھے ان کو موقعہ ملا — تعاقب اسی وقت شہ کا کیا

بجہت مواشی تھا کچّا حصار — پئے حفظ اس میں چھپے شہریار

یہ چاہا بد اندیشوں نے گھیر کر — گرا دیویں دیوار کو سر بسر
ہنودوں کا مجمع ہوا جو بہم — گئے کرنے دیوار کو منہدم
ملازم جو تھے شاہ کے شیر گیر — لگے چھوڑنے وہ کمانوں سے تیر
تھے سید حسن اک بدخشی نژاد — تو فرخ علی بھی تھے عالی نہاد
ہنودوں کی پہنچی وہ ضربِ شدید — ہوئے بست[۲۴] و دو دکھنی اس دن شہید
بہ تعداد تھے آدمی چھ ہزار — جو کندیدہ کرتے تھے پیہم جدار
غرض یہ کہ سلطاں بہ معدود چند — تحیّر میں تھے درمیانِ گزند
سلح داروں کا ایک سردار تھا — وہ جانباز و جرّار و کرّار تھا
دیا تھا اُسے منصب سروری — سرنام ہی عبد لیکن جری
معہ حلقہ فیل دو سہ ہزار — وہ آ پہنچا جلدی سے وہاں ایلغا
ہوا جنگ و پیکار میں مشتغل — کیا اہل بدشت کو بس مضمحل
چلیں تیغیں گرتے تھے سر بار بار — غضب اور شدت کی تھی کارزار
مخالف کے ہیں قتل کا یہ شمار — لکھا ہے کہ مارے گئے سہ ہزار
مسلماں بھی کام آ گئے پانسو — ہوئے شوقِ جنت میں وہ تیز رو
ملی شاہ کو مُہلکہ سے نجات — دوبارا ہوئی زندگی و حیات
بالطافِ شاہی ہوا کامیاب — دیا عبد کو خان جہانی خطاب
یہ نافذ ہوا حکم سُلطاں دگر — ملیں تیر انداز اب جس قدر
ملازم ہوں وہ اپنی سرکار میں — ضرورت ہے ان کی بھی پیکار میں
سرنام جس کے ہو لفظِ خلف — یہ نافذ ہوا اس پہ حکمِ شرف
عراق و عرب ماوراء النہر سے — طلب کر دہ آئیں ہر اک شہر سے
قدر انداز ہوں جو بہت ہوشیار — وہ نوکر ہوں سرکار میں سہ ہزار

امیروں پہ بھی حکم نافذ ہوا — کریں مشق تیر و کماں کی سوا
ہر اک روز مشق اس کی باہم کرو — سکھاؤ جوان اور اطفال کو
جو تھا دیو رائے بہت خیرہ سر — چلے فوج لے کر بہ بیجا نگر
رکھا طاق پر اس نے بغض و عناد — ہوا طالب صلح وہ دیو زاد
نقودِ فراواں معہ اقمشہ — تو فیل گراں ڈیل بالکل سیہ
تھے تعداد میں تین زنجیر فیل — وہ بھیجے پئے نذرِ شاہ جلیل
جو آیا تھا یہ لے کے اُس کا پسر — حضوری شہ سے ہوا بہرہ ور
بٹھایا اُسے شہ نے بالائے تخت — بغل گیر اس سے ہوئے نیک بخت
اُسے شاہ نے بھاری خلعت دیا — مرصّع کمر خنجرِ پر ضیا
عراقی و عربی دیے راہوار — بہ تعداد عشریں ہوا ان کا شمار
ہوئی شاہ کی یہ عطائے جزیل — سگانِ شکاری دگر پنج فیل
کیا کوچ واں سے بجاہ و جلال — تھی ان روزوں میں قحط سالی کمال
ہوئے خشک و بے آب انہار و چاہ — کھلا دستِ جود و درِ گنج شاہ
بہت پلّہ نیکی کا سنگیں ہوا — ہر اک جاں بلب زندہ مسکیں ہوا
دیا غلہ بسیار و بسیار ہا — یہ تقسیم ہوتا تھا خروار ہا
زمیں پر نہ ہو جب کہ روئیدگی — دوابوں کی ہے کس طرح زندگی
دگر سال بھی یہ ہوا حال زار — رہی خشک کھیتی نہ تھا سبزہ زار
ہوا شاہ کو بھی بہت اضطراب — تو علما، دیں اور کل شیخ و شاب
پڑھی جا کے جنگل میں سب نے نماز — کیا استغاثہ بعجز و نیاز
نہ بارانِ رحمت کا دیکھا اثر — ہوا جب نہ کچھ اس کا پیدا اثر
تو اس وقت کہتی تھی خلقت بہم — رعایا یہ ہیں شوم شہ کے قدم

یہ سن کر ہوا شاہ کو بسکہ غم — گیا سمتِ صحرا کو باچشمِ نم
پئے سجدہ شہ نے جو رکھی جبیں — ہوئی اشکباری سے سب تر زمیں
کیا عرض حق سے جو باچشمِ زار — ہوئی جوش زن رحمتِ کردگار
نزولِ آبِ باراں ہوا اس قدر — خود ہی شاہ پانی میں تھے تربتر
جو ہمراہِ سلطان تھے ہمرکاب — لرزتے تھے سردی سے تھا اضطراب
دعا کا جو یہ شہ کے دیکھا اثر — ولی بہمنی ہو گئے مشتہر
اسی حالت جوش باران میں — گئے بھیگتے قصر و ایوان میں
سنہ تسعہ و عشریں تھے اور آٹھ سو — ہوئے حصن ماہور پہ تیز رو
زمیندار سرکش تھا اک بدسرشت — اسی کا تھا قبضہ بصد بند و بست
پئے قلعہ گیری جو لشکر چڑھا — تو بے جنگ وہ شاہ کو دے دیا
حصار کلم گوند واڑہ میں تھا — تھا معدن بھی اک اس میں الماس کا
کیا قبضہ اس پر بھی با تن دہی — تو بت خانہ ماہور کے بھی سبھی
کیا[1] اہلِ اسلام نے انہدام — مساجد بنائے وہاں پر تمام
پئے درس عالم معین ہوئے — چراغانِ اسلام روشن ہوئے
ایلچ پور میں کر کے چندے قیام — ہوا اول کشا میں بھی دربار عام
جو مخلوق اطراف و اکناف تھے — وہ مرہون احسان و الطاف تھے
تھے کرمان میں نعمت اللہ ولی — کرامت تھی اُن کی خفی و جلی
حبیب اللہ جندی تھے ان کے مرید — دگر شمس دیں ایک مردِ سعید
اُنھیں بھیجا شہ نے گئے اس طرف — جو کرمان پہنچے یہ لے کر تحف
ولی کے جو دل کو بشاشت ہوئی — تو نعمت پئے شہ عنایت ہوئی
مرید ولی تھے جو اک قطبِ دیں — وہ تھے معتمد مثل اہلِ یقیں

[1] بتکدے وہ منہدم

روانہ کیا ان کو سمتِ دکن — ہوئے تخت شاہی کے وہ کوتزن
مقفل تھا صندوق میں تاج سبز — ولی کا تھا وہ مرسلہ تاج سبز
ہوئے قطب دیں حاضرِ بارگاہ — پڑی شاہ کی جبکہ اس پر نگاہ
کہا شاہ نے یہ انھیں دیکھ کر — وہی ہی یہ درویش نیکو سیَر
جو دیکھا تھا زیرِ شجر میں نے خواب — وہی شخص ہی یہ کرامت مآب
دیا تھا اسی نے مجھے تاج سبز — ولی کا تھا وہ مرسلہ تاج سبز
تبسّم کناں قطبِ دیں نے کہا — رہیں مطمئن دل میں تو بادشاہ
اُسی روز سے تابتاریخ حال — امانت تھا یہ تاج جاہ و جلال
جو تھے نعمت اللہ ولیُ اللہ — یہ مضمون مکتوب تھا سوئے شاہ
ہی احمد شہ کل سلاطین ہند — سر سرورانِ سلاطینِ ہند
پڑھا جا کے منبر پہ وہ بالتمام — لکھا تھا جو القاب احمد کے نام
ایلچ پور میں شہ تھے رونق پذیر — تو بشّاش و فرحاں صغیر و کبیر
جو مائل ہوئے بہرِ سیر و شکار — نظر آیا اک کوہ رفعت شعار
پُر از سبزہ اخضر سراسر زمیں — خوش اسلوب و خوشبو و خوشتر زمیں
ریاحین و گل سے تھا آراستہ — ہر اک رستنی سے وہ پیراستہ
زہر سو چشمہ چوں آبِ حیواں — چراغِ لالہ ہر جانب فروزاں
شقائق رستہ و سبزہ دمیدہ — نسیمِ صبح جیب گل دریدہ
نظر آیا درّاج مثلِ پری — خراماں تھا وہ مثلِ کبکِ دری
ہو حکم شہ جو سوئے میر قوش — دیا چھوڑ شاہین باعقل و ہوش
ہوا سمتِ دُرّاج جو یہ رواں — تو آنکھوں سے اس کے ہوا وہ نہاں
ہوا حملہ ور خود وہ شاہین پر — بچا اس کے پنجہ سے یہ بھاگ کر

کی دُرّاج نے ایسی جنگ و ستیز — تھی شاہین کو خود ہی اس سے گریز
یہ گویا ہوئے شاہِ عالی وقار — زمیں کی یہ تاثیر ہی آشکار
عجب نُزہت افزا ہی آب و ہوا — عجب فرحت افزا ہی آب و ہوا
مصمّم ارادہ یہ شہ کا ہوا — حصار متیں اس میں ہوئے بنا
مقرّب جو درگاہِ شاہی کے تھے — وہ ہمراہ ظلِّ الٰہی کے تھے
مخاطب ہو ان سے کیا یہ کلام — فضا اس کی ہی مثلِ دار السلام
قلعہ اک بنے اس میں ایسا متیں — معہ کاخ و ایوان و حصنِ حصیں
رہی یاد وہ زیرِ چرخِ کہن — ہو شاہوں کی اس میں صدا انجمن
کیا حاضریں نے یہ تب التماس — جو ہو حکم حاضر ہوں اختر شناس
ز اختر شناساں بہ پرسید شاہ — کہ سازم من اینجا یکے بارگاہ
از فرّ و بختم بہ ساماں بود — و یا کار با جنگِ شاہاں بود
بہ گفتند یکسر بہ شاہ گزیں — کہ خوب است و فرخندہ انجام ایں
سنا جبکہ یہ مژدۂ تہنیت — مُہندس جو تھے صاحبِ تقفیت
بدائعِ صنائع کے طرح فگن — ہوئے مثلِ فرہاد وہ تیشہ زن
سرِ کوہ تھا اک حصارِ گِلی — وہ تھا کولیوں کا حصارِ گلی
وہ جو حدّہ تھی ایک دیوارِ خام — پئے حفظ کا واں تھا وہ اک مقام
سنہ آٹھ سو تیس تھے شک نہیں — ہی تاریخ اس کی حصارِ المتیں
منازل، مساجد دگر شہ نشیں — بنائے ہیں اس میں بطرزِ گزیں
جو شیخ اسفرائے تھے اور آذری — سخن گو وہ دانندۂ شاعری

ملازم تھے سلطان کے ہمرکاب
قصیدہ ہی ان کا یہ با آب و تاب

اشعار قصیدہ

حبّذا قصرِ مشیّد کہ ز فرطِ عظمت — آسماں شدہ از پایۂ ایں درگاہ است

آسماں ہم نتواں گفت کہ ترکِ ادبست — قصرِ سلطانِ جہاں احمد بہمن شاہ است

توقف ایلچ پور میں جو ہوا — مورّخ نے اس کا سبب یہ لکھا

تھے دہلی میں تیمور عالم پناہ — دکن میں تھے سلطان فیروز شاہ

گیا تھا جو پاس ان کے ان کا سفیر — ہوئے خوش نہایت وہ صاحب سریر

جو ہی ملکِ گجرات اور مالوا — معہ خاندیس اس نے ان کو دیا

کیا تھا بدیں وجہ اس میں قیام — کہ لوں ملکِ مذکور میں یہ تمام

کروں قصد پھر سوئے بیجانگر — تھی تسخیر اس کی بھی مدّ نظر

ہوا یہ جو واضح بشاہِ ہشنگ — بدلنے لگا اس کے چہرہ کا رنگ

جو نرسنگہ احمد کو دیتا تھا باج — بغاوت کا اُس کو دیا اہتزاج

ہوا یہ جو نرسنگ کو عار و ننگ — تو برہم ہوا اُس سے شاہ ہشنگ

چڑھائی کی اُس پر معہ لشکری — ہوئی دو دفعہ رجعتِ قہقری

سوم بار آخر کو شاہِ ہشنگ — چلا فوج لے کر بہ پیکار و جنگ

کیا ملک نرسنگہ پر اس نے تاخت — لیے چھین اُس کے کئی پرگنات

ہوا بس کہ نرسنگہ دل میں ظہیر — معہ عرض داشت آیا اُس کا سفیر

یہ سلطان احمد کو اُس نے لکھا — ہشنگ ہے جو اک والئ مالوا

ہی پرخاش پر مجھ سے وہ بے سبب — گرفتار ہوں میں بہ رنج و تعب

نزاع کی یہ ڈالی ہی اس نے اساس — جمع اُس نے لشکر کیا بے قیاس

قدیمی ہی یہ فدوی بارگاہ — مطیع اور منقاد فیروز شاہ

اطاعت جو کی میں نے شہ کی قبول | یہ اُس کی عوض میں ہوا ہی حصول
ہی حکّامِ اطراف کو دشمنی | مجھے کہتے ہیں بندۂ بہمنی
نہ پہنچے اگر شاہ امداد کو | تو آئے گا پھر کون فریاد کو
ہوا خانِ جہاں کو یہ فرمان شاہ | مدد کو روانہ ہو لے کر سپاہ
جو ہی فوج جرار ملکِ برار | روانہ ہو ہوشنگ پر ایلغار
بہانہ سے پھر خود بھی بہر شکار | چلے فوج ہمراہ لے شش ہزار
ایلچ پور میں آئے بہر شکار | تو کھیلا کیے قمرغہ کا شکار
رہا تا بہ دو ماہ سیر و شکار | شہ مالوی بھی چلا. ایلغار
وہ کھڑلہ کی سرحد پہ جو آگیا | کیا تاخت و تاراج حد سے سوا
زباں اس نے کھولی بہ لاف و گزاف | جو کچھ منہ میں آیا کہا لام و کاف
ہوئی یہ خبر جب کہ مسموع شاہ | چلے سمت کھڑلہ بفوج و سپاہ
تھے عبدالغنی صدر اور نجم دیں | دگر مفتی و عالم و اہلِ دیں
کیا عرض سُلطاں سے یہ بے درنگ | مسلمیں کے باہم ہو پیکار و جنگ
شریعت کی رو سے مناسب نہیں | ہی بدنامی اس میں بحدّ یقیں
کہیں گے یہ آپس میں کل خاص و عام | حمایت کی کفّار کی بالتمام
ہوا شاہ کے دل پہ اِس کا اثر | جو تھا قصد اس سے کیا درگزر
شۂ مالوہ کو یہ بھیجا پیام | ہو معلوم تم کو یہ بعد از سلام
ہی نرسنگہ جو بندۂ بارگاہ | سمجھتا ہی مجھ کو وہ پشت و پناہ
ہی کھڑلہ جو اس کا حصارِ متیں | کوئی لے لے اس کو یہ آساں نہیں
عبث اور بیجا ہی اس کا خیال | فراواں ہی اس میں جدال و قتال
ہی رسمِ محبت کا یہ اقتضا | عناں گیر ہوں جانبِ مالوا

جو ہیں مفتی و عالم و اہلِ دیں — وہ اس جنگ سے ہیں کنارا گزیں
نہ پہنچا تھا واں تک یہ شہ کا سفیر — ہوا کوچ سلطانِ صاحب سریر
گیا ایلچی لے کے جس دم پیام — پر آشفتہ وہ ہو گیا بالتمام
تعاقب کیا اُس نے سلطان کا — پیاپی تھا وہ مردِ میدان کا
ہوا کوچ شہ کا تو اس کا مقام — تھا منزل بہ منزل یہی اہتمام
فقط ایک منزل کا تھا فاصلہ — ٹھہر جاتے شہ تو نہ تھا فاصلہ
شہ مالوے کا یہ دیکھا جو حال — کیا عالموں سے یہ اس دم سوال
شریعت کا میں نے کیا اتباع — نہ ہو اہلِ اسلام میں یہ نزاع
کیا کوچ واں سے کنارا کیا — جو تھا نیک اس کو گوارا کیا
مگر روز فردا یہ پایا قرار — مسلّح ہوں میں بھی پئے کارزار
وبال اور نکبت بحالِ خبیث — ہوا میں تو پابند قولِ حدیث
بہ تجویزِ علما، بروزِ دگر — علم کا کھُلا شقہ با کرّ و فر
ہوئی فوجِ سُلطانی آراستہ — پئے جنگ تھے مرد برخاستہ
کیا جا بجا اس طرح بند و بست — کھڑے کر دیے فیل جنگی و مست
تھی ہمراہ شہ فوج پندرہ ہزار — مگر اس کے ہمراہ تھی ستی ہزار
کیا خاں جہاں کو سوئے میمنہ — تو عبد اللہ خاں جانبِ میسرہ
رہا قلب لشکر میں شہ کا پسر — تھا چترِ سیہ اس کے بالائے سر
تھے عبد اللہ خاں جو کہ با کرّ و فر — لگائے تھے وہ چتر شہزادہ پر
کیا قلب شہ نے اُن کے سپرد — یہ اک مرد میداں تھے سوز و کرد
لیے اپنے ہمراہ جنگی سوار — چنندہ وہ اک فوج تھی دس ہزار
جو تھے دوازدہ فیل جنگی و مست — کمیں گہ میں اُن کی نکالی نشست

تھا مانندِ سابق قیاس ہُشنگ — تعاقب کیا شاہ کا بے درنگ
فراہم نہ تھے اُس کے سب لشکری — تو تھی فوج میں اس کے بھی ابتری
بجز جنگ کے تھا نہ چارہ دگر — مقابل میں آئے لڑے ہمدگر
ہوئی دونوں جانب سے جو دار و گیر — شپاشپ تھی آواز شمشیر و تیر
پئے جنگ تھی آرزوئے قوی — لڑے خوب ہی دکنی و مالوی
سپر ہاتھ سے پھینک مردانہ وار — کیا گرم ہنگامۂ کارزار
تو اس وقت احمد شہ بہمنی — دکھانے لگے بڑھ کے شیر افگنی
یہ کی تاختت اعدا یہ بے ساختہ — حواس ہُشنگ ہو گئے باختہ
ہوئی اُن کے حملوں کی اس کو نہ تاب — گریزاں ہوا وہ بحالِ خراب
تعاقب میں تھے دکھنی شیر گیر — کیا قتل ان کو بہ شمشیر و تیر
ہوئے مالوی قتل سب دس ہزار — بچی جان اُن کی ہوئے جو فرار
گئے چھوڑ احمال و اثقال سب — ہوا سم اسپاں سے پامال سب
حرم اور دو دختِ شاہ ہُشنگ — گئے چھوڑ میداں میں ناموس و ننگ
معہ فیل دو بست تھے دستگیر — ہوا جبکہ نرسنگہ اس سے خبیر
سرِ راہ معزور کو گھیر کر — کیا قتل اُس نے بہ تیغ دو سر
مسلماں بہت اس میں کشتہ ہوئے — تو شمشیر و تیروں سے خستہ ہوئے
تاسف ہوا شاہ کو بھی کمال — شہ مالوی کے جو چھوٹے عیال
کیا اُن کو مسرور انعام سے — کرم کیا اپنے اکرام سے
بہمراہیٔ مردمِ خوش سیر — معہ چند خواجہ سرا معتبر
روانہ کیا جانب مالوہ — نہ مضطر ہو تا صاحب مالوہ
تھے ہمراہ نرسنگہ اس کے پسر — حضوریٔ شہ سے ہوئے بہرہ ور

ضیافت کا سامان اس نے کیا | سوئے کھرڈلہ وہ شاہ کو لے گیا
جواہر نفیسہ دیے دل ستاں | تو الماس اک من دیا بے گماں
تھا یاقوت بھی اور دُرِّ عدن | مداراتِ شہ کی بوجہِ حسن
جو سردار نامی تھے با امتیاز | بحسب لیاقت کیا سرفراز
مراسم وہ خدمت کے لایا بجا | کی تعظیم و تکریم حد سے سوا
وہ ماہور تک آیا ہمراہ شاہ | بجا لایا آداب کے رسم و راہ
دیا شہ نے تب خلعتِ بازگشت | کہ جا کر کرے ملک کا بندوبست

بیان انتقالِ پُرملال شاہ بندہ نواز گیسو دراز درسنہ ہشتصد و سی و سہ

ہی رحلت کا صبح و مسا واقعہ | ازاں جملہ یہ اک ہوا واقعہ
جو سید محمدؒ تھے گیسو دراز | ہوئے فوت وہ شاہ بندہ نواز
ہوئی اُن کے مرنے سے کلفت عظیم | سمائی تھی آنکھوں میں عبرت عظیم
وہ تھے ہشتصد اور تینتیس سال ۸۳۳ | سن ہجریہ جو ہوا انتقال
جو بے ہوش تھے ہو گئے ہوشیار | نہ سمجھے کوئی اس کو جائے قرار
ہر اک چیز دنیا کی ہی بے ثبات | بقا جس کو ہی وہ خدا کی ہی ذات
ہوا شاہ احمد کو بھی رنج و غم | کہ اک روز جانا ہی سوئے عدم

بیان تقسیم ممالکِ محروسہ و مقبوضہ در زمانِ حیاتِ خود بنام ہر سہ پسر و نصیحت کردن از نزاع و جنگ باہمی و تاکید و ترغیب دادن توالف

کیا ملک تقسیم بیٹوں کے نام | محوّل انھیں پر ہوا انتظام

کلم اور ماہور اور رام گیر
تو کچھ ملک برار روشن ضمیر
ہوا نامزد یہ بہ محمود خاں
ایلچ پور کو ہو گئے وہ رواں
دگر شاہزادہ تھا داؤد خاں
اسے دے کے سامان اعزاز و شاں
روانہ کیا اس کو بھی بے درنگ
گیا اور ہوا وہ مقیم تلنگ
علاء الدین تھا جو کہ پور مہیں
کیا بادشاہ نے اُسے جانشیں
جو خان محمد تھا چھوٹا پسر
نہ رشد و بلوغت سے تھا بہرہ ور
ولی عہد کو وہ مسلّم ہوا
سفارش بھی کی اُس کی حد سے سوا
یہ سوگند لی شاہ نے باہم دگر
تنازع پہ ہرگز نہ باندھیں کمر

بیان جنگ و جدال کہ فی مابین شاہ ہشنگ و راجہ نرسنگہ بوقوع آمدہ و نرسنگہ کشتہ گردید

شہ مالوہ تھا پئے کارزار
کہ نرسنگہ سے چھین لوں میں حصار
ہوئے آٹھ سو اور سینتیس سال
ہوا مستعد پھر وہ بہر جدال
پڑا رن پہ رن اور گرے سر پہ سر
مقابل میں دونوں ہوئے حملہ ور
ہوئی جنگ و نرسنگہ کشتہ ہوا
شہِ مالوی نے قلعہ لے لیا
بڑھے شاہِ احمد پئے دار و گیر
تو مانع و حائل تھا خانِ نصیر
تھا والی آسیر کو یہ خیال
کہ مابین دو شہ نہ ہوئے جدال
ہوئی گفتگو اور بہت قیل و قال
بالآخر کو اس کا یہ نکلا مآل،
ہو کھرلہ پہ قابض جو شاہ ہشنگ
کریں شاہِ احمد نہ کچھ اس میں جنگ
وسیع و بسیط ہو جو ملکِ برار
رہے شاہِ احمد کا اس میں قرار
وثیقہ بہ سوگندِ ایماں ہوا
تو پھر جنگ سے خالی میداں ہوا

سنہ آٹھ سو اور تھے بست دہشت — ہی تاریخ ہجرت کی یہ سرگزشت
لکھا مدتِ سلطنت کا یہ حال — زیادہ دو ماہ اور تھے بارہ سال
ہوا دونوں شاہوں سے خالی دکن — محمد[۵۱] رہے اور نہ شاہِ زمن
ندید از کس خویش واز اجنبی — گرامی تر از اہلِ بیتِ نبی
بجاں معتقد بود سادات را — ہماں اہلِ تقویٰ وحاجات را
یقینش قوی بود و دینش درست — بجز داد گر یاری از کس نہ جست

ذکر سلطنت سلطان علاؤالدین بن سلطان احمد شاہ بہمنی

پس از فوت احمد شہ بحرو بر — ہوئے رونق افروزان کے پسر
علاؤ الدین نے اس میں کیا جو جلوس — مزین تھا بیدر بمثل عروس
تھا خان محمد جو اُن کا اخی — ترحم کے قابل تھا چھوٹا اخی
تو دو تلطف بطرزِ جمیل — کہ اقطاع و جاگیر اور اسپ و فیل
وصیت یہیں کر گئے تھے پدر — ہو بیدر رہی میں سلطنت کا مقر
تھے خان دِلاور جو افغان جلیل — مقرب ہوئے بادشاہی وکیل
کیا شہ نے خواجہ جہاں کو وزیر — امورِ جز و کل میں یہ تھے مشیر
ہو ماقبل الملک لفظ عماد — کہن سال تھا مرد با اعتماد
امیر امیراں کا پاکر خطاب — گیا سمتِ بیجا نگر یہ شتاب
جو خان محمد کہ شہزادہ تھا — معہ اُس کے اُن کو روانہ کیا
نہ تھا شاہزادہ کا سن تمیز — باغوائے نااہل اور بد تمیز
جو خواجہ جہاں اور دیگر عماد — کیا شاہزادہ نے ان پر جہاد
ملا رائے بیجا نگر سے جو زر — ہوا مدعیٔ سلطنت بے خطر

۵۱:

کیا تخت و تاراج تاراے چور — تو ماتحت اُس کے ہوا شولاپور
ازاں جملہ مدکل ہی اور نلدرک — لیا چھین و قبضہ کیا بے دھڑک
علاؤالدیں شہ نے سنا یہ جو حال — گئے اور اُس کے ہوئے گوشمال
خیال وصایائے مرحوم تھا — جرائم کو اُس کے عفو کر دیا
تھے داؤد خاں جو بملکِ تلنگ — ہوئے راہیٔ آخرت بے درنگ
یہ شہزادہ خانِ محمدؐ جو تھا، — روانہ اُسے اس طرف کو کیا
بعیش و نشاط و بناز و نعیم — رہا ایک مدت یہ اس میں مقیم
تھی ملکہ جہاں بنتِ خانِ نصیر — وہ تھی زوجۂ شاہِ ماہِ منیر
منکسیر جو تھا راے نیکو شیَم — تھی دختر بھی اک اُس کی اس کے حرم
سراپا تھا اس کا جو زیبا حسین — محبت تھی اِس کی بہت دل نشیں
ہوا رشک ملکہ جہاں کو سوا — تو یہ باپ سے حال جملہ کہا
شکایت وہ کی اس کے نقشِ ضمیر — ہوا سن کے آزردہ خانِ نصیر
جو سلطان احمد تھا گجرات کا — لیا مشورہ اس سے اس بات کا
ہوا دونوں راے میں جو اتفاق — بھرا دل میں خان کے نفاق و شقاق
تو کاویل و نرنالہ ملکِ برآر — کیا عزم تسخیرِ جملہ دیار
تھے اس ملکِ مذکور میں جو امیر — ہوئے متفق وہ بہ خانِ نصیر
طمع مال و زر دی انھیں اس قدر — پئے جنگ اُن سب نے باندھی کمر
ہوئے متفق اللفظ وہ جاں نثار — یہ کہتے تھے آپس میں وہ بار بار
ہی اولادِ حضرت عمرؓ میں نصیر — وہ ہی سب طرح سے خلافت مصیر
کریں نوکری اُس کی ہم اختیار — مخالف سے اُس کے کریں کارزار
کوئی ہوئے غازی تو کوئی شہید — خوشا بخت گر ہو یہ روز سعید

عریضہ لکھا یہ بصد اعتقاد زیادہ ہوا خان کو اعتماد
تھا آمادہ پہلے سے جو بہر جنگ کمر بستہ اب ہو گیا بے درنگ
سوار اور پیادے جو تھے بے شمار وہ داخل ہوئے سب بملکِ برار
ہوا یہ امیروں کے مافی الضمیر جو ہی خان جہاں اُس کو کر لیں اسیر
مددگار سلطاں ہوا جو اسیر تو لے جائیں گے اُس کو پیشِ نصیر
ہوا اس سے آگاہ جو خان جہاں تو نرنالہ میں پہنچا وہ ناگہاں
جو داخل ہوا وہ میانِ حصار عریضہ لکھا شہ کو یہ ایک بار
امیرانِ نامی جملہ برار بخانِ نصیر ہو گئے جنبہ دار
ہوئی خطبہ خوانی بھی یاں اسکے نام قلعہ آ کے گھیریں گے اب بالتمام
علاؤ الدین نے جو یہ عریضہ پڑھا تو یہ حکم فوری خلف کو دیا
سرنام ہی جس کے ہو لفظِ خلف معہ فوج جائے بشور و شغف
یہ سرلشکرِ دولت آباد تھا یہی افسرِ دولت آباد تھا
بہم یورش پہ ہوا یہ رواں بڑھا فوج جنگی کا لے کر نشاں
مغل تیر انداز تھے بے شمار امیرانِ نامی بڑے ہوشیار
یہ تفصیل اس کی ہے بے ریب و ظن کہ تھے خان قاسم بھی اک صف شکن
قرا خان تھے اک شہامت پناہ تو گرد علی خاں بخود و کلاہ
ملقب بہ کافرکش عالی نسب علی میر میراں ز اہلِ عرب
تھے موسوم اک احمد یکہ تاز جواں مردی جن پر کرے فخر و ناز
دگر خانِ رستم بھی تھے جاں نثار جہاں دیدہ دیکھے ہوئے کارزار
بدخشی تھے اک اُن میں خان حسین دگر خان خسرو بصد زیب و زین
تھے چنگیز کی نسل میں اے ولی کہ مجنون سلطان و شاہ قلی

یورشس پر یہ جملہ مقرر ہوئے
پئے جنگ آمادہ یکسر ہوئے

گیا دولت آباد پہلے خلف،
جو حبشی و دکنی تھے اک ذی شرف

ہر اک حد پہ ان کو مقرر کیا
تحفظ کریں تاکہ وہ جا بجا

جو سرحد گجرات کا تھا مقر
تعیّن وہاں کی سپاہِ ظفر

گروہِ عرب ساتھ لے ہفت ہزار
توجہ کی اُس نے بملکِ برار

کھلا آمدِ فوج کا جو نشاں
نکل آیا خود قلعہ سے خانِ جہاں

تھے ہمراہ اس کے بھی دکھنی امیر
ایلچ پور کو وہ ہوئے راہ گیر

زبانی بھی یہ خانِ جہاں سے کہا
کرو سدّ باب اُس کی امداد کا

رہو کونڈواڑہ پہ با جدّ و کد
اُسے روکو راجہ جو بھیجے مدد

روہنکھیڑہ کا ہے جو اک پرگنہ
خلف پہنچا اس جا بصد طنطنہ

ہوئی بہمنی خاندیسی میں جنگ
شکست نصیر ہو گئی بے درنگ

خلف نے تعاقب کیا تا بہ دور
نہ چھوڑا اُسے تا بہ برہان پور

ہوا جبکہ برہان سے وہ فرار
تو داخل ہوا شہر میں ایک بار

کیا شہر تاراج اور پائمال
خرابی نہ پہنچا رعایا کا حال

جواہر دگر اقمشہ دل فریب
لیا اور کیا ان پہ قتل و نہیب

چلا وقتِ شب وہاں سے ایلغار
تو اسوار ہمراہ تھے چار ہزار

نہ چھوڑا تھا اس نے وہ سمت و نواح
نصیر اپنے دل میں یہ سمجھا صلاح

مسافت کی ہیں کو تنگی میں غنیم
ہے موقع کروں ان پہ حربہ عظیم

سوار اُس کے ہمراہ تھے بارہ ہزار
پیادوں کا انبوہ تھا بے شمار

قلعہ سے مسافت بھی وہ دو گروہ
مقابل میں جو آ گئے دو گروہ

نہ ٹھہرے مگر معرکہ میں قدم
ہوئے خاندیسی بہت منہزم

معین و مددگار خانِ نصیر — ہوئے قتل و بعضے ہوئے راہ گیر
معہ توپ خانہ کے ہفتاد فیل — غنیمت ملے یہ بطرز جمیل
فتح یاب و منصور باصد طرب — گئے احمد آباد و بیدر کو تب
ہوا شاہزادہ کا شہ قدرداں — دیا حکم جا کر بصد عزّ و شاں
امیر اور اعیان درگاہِ شاہ — گئے اور لے آئے با عزّ و جاہ
عنبر چہ کمر چند زنجیر فیل — معہ خلعت و تیغ و نیکو جمیل
نوازش یہ فرما کے حد سے سوا — سوئے دولت آباد رخصت کیا

تعمیر دار الشفا حسب الحکم بادشاہ در شہر بیدر و بہ تعیّن کردن دیگر لوازم

بنی حکم سے شہ کے دارُ الشفا — اُسی شہر بیدر میں باصفا
ہوئے وقف قریے کئی اس کے نام — دوا اور غذا میں تھا مصرف تمام
مسلماں تھے اس میں طبیب و حکیم — معالج تھے وہ بہر جملہ سقیم
تھے قاضی و مفتی امین و متین — خدا ترس و حامی شرع مبین
دیا حکم کوئی نہ پیوے شراب — بدوں پر تھا شہ کا عقاب و عتاب
یہ نافذ ہوا حکمِ شاہی دگر — قماری جو ہیں اُن کو کر دو بدر
ہوئے امر ممنوع یہ جو مرتکب — زروئے شریعت تھا اُن پر غضب
بہ تکلیفِ شاقہ تھا اُن پہ عذاب — کی تہدید اُن پہ براہِ ثواب
دلیری جو کرتا بشُربِ خمر — پلاتے اُسے سرب کو گرم کر

باغوائے خارجین و منافقین سادات کُشی شایع گردید و بادشاہ بیمار و مجروح گشت و بیان و انجام کار آں

بد و نیک سے دہر خالی نہیں — منافق زیادہ تو کم مومنیں

ہوئے جمع کچھ دشمنِ اہلِ بیت — خباثت سے پُر دشمنِ اہل بیت
عجب بے حیا تھے وہ خانہ خراب — سمجھتے تھے سید کُشی کو ثواب
یزیدی تھے سادات کے بیخ کن — مسلماں مگر دشمنِ بیخ تن
تھا عباسیہ کا طریق و شعار — کیا شاہ نے بھی وہی اختیار
ضلالت کی جانب ہوئے رہنما — تھا پیش نظر واقعۂ کربلا
جو منبر پہ اک روز خطبہ پڑھا — تو سلطانِ عادل زباں سے کہا
رؤف و حلیم و رحیم و غنی — ہو سُلطان عادل شہِ بہمنی
تھا موجود واں ایک تاجر عرب — یہ بولا وہ سن کر بہ غیض و غضب
نہیں ہو تو واللہ عادل کریم — نہ ہو تو رحیم اور نہ تو ہو حلیم
رؤف ہو نہ ہی تو رحیم العباد — نہیں ہو ترے قول کا اعتماد
ہو کذاب تو حامی فاسقیں — تو ہو قاتلِ زمرۂ طیبیں
یہ کلمات بر منبرِ مسلمیں — جو ظالم ہو یہ اُس کے شایاں نہیں

قطعہ فارسی

سادات کہ پاکیزہ بود گوہر شاں — تاجِ سر عالم است خاکِ در شاں
آنہا کہ بغضب آلِ یٰسین شدہ اند — یاسین سیادت اَتہ شو بر سر شاں
سر عام جب یہ کہا آشکار — تو رونے لگا شاہ بھی زار زار
زر قیمت اسپ کر دی عطا — دگر بعد اُس کے یہ شہ نے کہا
خدا کے غضب سے نہ پائیں نجات — ہوئے جن کے باعث سے یہ سیئات
کیا مجھ کو بد نام مثلِ یزید — خدا کا غضب ان پہ ہوئے پدید
غرض پائے شہ جبکہ زخمی ہوا — نہ آئے تھے باہر ز دولت سرا
پیاپے خبر یہ ہوئی منتشر — علاؤ الدین گئے اِس جہاں سے گزر

تھا دامادِ سلطان خان جلال
ہوا مدعی وہ پئے ملک و مال

بخاری جو تھے ایک سیّد جلال
یہ تھا اُن کی اولاد میں خوش خصال

یہ داماد سلطان عالی وقار
تھا نلکنڈہ کا ایک جاگیردار

اڑی فوت شہ کی خبر یہ کہیں
بتصدیق اس کو ہوا یہ یقیں

تصرف میں لایا یہ اُس کے نواح
مسلّح ہوا وہ بجنگ و سلاح

سکندر نواسا جو تھا شاہ کا
ولایت پہ اس کو مُسلّط کیا

تھا مرکوز و مکنون اہلِ تلنگ
سکندر رہی ہو بادشاہ تلنگ

علاؤالدین ہر چند بیمار تھا
مگر مستعد بہرِ پیکار تھا

تہیّہ کیا بہرِ جنگ و جدال
ہوا جب یہ مسموع خان جلال

گیا سمت ماہور کو بے درنگ
کہ ہے وہ بھی از قصبہ ہائے تلنگ

جمع اُس نے وہاں فوج کی بیشمار
کیا اُس سے بس شہ نے قول و قرار

مؤثر نہ تھا کوئی نامہ پیام
ارادے پہ اپنے تھا وہ تیز گام

تھا محمود خلجی شہِ مالوا
سکندر نے مضمون یہ اُس کو لکھا

علاؤالدین شہ جو کہ بیمار تھا
بامراض چندیں گرفتار تھا

بملکِ بقا ہو گیا وہ رواں
ارا کین نے اس کو کیا ہے نہاں

ہے اعیانِ شاہی کو مدّ نظر
ہر اک سمت ہوں ملک میں حملہ ور

توجہ کریں گر ادھر شہریار
تو لیں چھین ملکِ تلنگ و برار

سُنا جبکہ خلجی نے یہ تذکرہ
لیا بعض حکّام سے مشورہ

ہوئے متفق وہ تو انجام کار
معہ فوج آیا بملکِ برار

سنہ آٹھ سو ساٹھ تھے لاکلام
بہیر اور بنگاہ لے کر تمام

سکندر کی کل فوج تھی اک ہزار
ہوئی ہمعناں ایک دل ایک بار

سکندر جو خلجی سے باہم ملا
علاؤالدین کو حیلہ اُس دم ملا

ارادے سے اپنے وہ پس پا ہوا
مگر فوج سے وہ صف آرا ہوا

جو تھا خواجہ محمود گاواں لقب
وہی ہفت ہزاری تھا عالی نسب

معہ بعض افسر بجنگ و جدال
تعین ہوا وہ بہ سمتِ جلال

دگر اور بھی فوجِ ملکِ برار
گیا اُس کو فرمانِ عالی وقار

جو آیا ہے والی بُرہان پور
کرو جنگ اُس کا گرا دو غرور

دگر قاسم نامور صف شکن
یہ سردارِ لشکر تھا شمشیرزن

عقب سے اسے بھی روانہ کیا
پئے جنگ خلجی یہ پھر خود چلا

لکھا ہے کہ تھا پالکی میں سوار
جراحت سے پاؤں کی تھا سال زار

سخن مختصر یہ کہ محمود شاہ
تھا جس کا کہ ماہور میں خیمہ گاہ

علاؤالدیں ہوا اس طرف کو رواں
ہوا فتح جو کچھ تھا اُس کو گماں

علاؤالدیں کو دیکھا بقیدِ حیات
گیا کو پہنچ دو پاس باقی تھی رات

طرف ملک کے اپنے لی اُس نے راہ
سکندر نے خلجی سے مانگی سپاہ

تھا اک افسرِ نامی باشندہ مد
گیا چھوڑ پاس اُس کے بہرِ مدد

مگر کر گیا اُس کے نقشِ ضمیر
ملے دکنیوں سے تو کرنا اسیر

ہیں ہمراہ اس کے جو رہوار و فیل
نظر بند کرنا بطرزِ جمیل

سکندر کو معلوم جب یہ ہوا
معیت سے اُس کی کنارا کیا

سپہ اُس کے ہمراہ تھی دو ہزار
تو نلکنڈہ میں آگیا ایلغار

ہوا آٹھ سو اور باسٹھ جو سال
علاؤالدین کا ہو گیا انتقال

رہی سلطنت اُس کی تیئیس سال
تھے دس مہ سوا آگیا جو زوال

ذکر سلطنت ہمایوں ظالم بن سلطان علاءالدین بہمنی

ہمایوں ستمگر ہوا بادشاہ — مجسّم سیاست ستم دستگاہ
غضب اس کی طینت میں تھا امتزاج — پُر از خشم رہتا تھا اس کا مزاج
ہر اک شخص پر یہ ستمگار تھا — دل آزار و جبّار و قہّار تھا
سنی اس نے جاسوس سے یہ خبر — حسن خاں جو شہزادہ ہے نامور
دِگر نام جس کا حبیب اللہ شاہ — یہ دونوں ہوئے بیڑ کو روبراہ
ہے یوسف جو تُرک کجل اک غلام — ہوا اُس کے باعث یہ بیہودہ کام
کیا قید خانہ سے اُن کو بدر — یقیں ہے کہ پیدا ہو بس شور و شر
ہمایوں نے جس دم سُنا یہ سخن — دریدہ کیا خشم سے پیرہن
پکڑتا تھا دانتوں سے فرشِ زمیں — ہوا اس قدر غیظ سے خشمگیں
چباتا تھا غصہ سے دندان کو — یقیں تھا کہ کھائے گا انسان کو
دہن اور لب خون میں تھے تربتر — تھا مجروح گویا کہ اُس کا جگر
بالآخر کو بیدر میں داخل ہوا — تو دیوان خانہ میں داخل ہوا
درندہ تھے گوشہ میں اُس کے اسیر — ہے مردم دری جن کی اصل و خمیر
سیاست ہوئی اُس کی کرسی نشیں — حسن خاں کو اس نے بلایا قریں
سوئے شیر پھینکا اُسے دفعتن — دریدہ کیا اُس نے اس کا بدن
وہ قیدی عدم کے کنارے گئے — ہوئے دستگیر اور مارے گئے
تھے باقی جو کچھ اُن کے اہل و عیال — ہوئے ظلمِ ظالم سے وہ پائمال
فضیحت کی اُن کی بہ ظلم و ستم — ہوئے سب وہ راہیِ ملکِ عدم
جفاؤں کا اس سے ہوا وہ صدور — سلف سے نہ اب تک ہوا تھا ظہور

بے خواہش النفس ۱۵۰۱ روسیاہ

پئے نفس امّارہ وہ گم کردہ را — پکڑتا عروسوں کو مابین راہ
جو لے جاتا اُس کو در دن سرا — ازالہ کے بعد اس کو کرتا رہا
پیئے ایک دن چند جام شراب — تھا بیہوش و بدمست مابین خواب
ہوئی ظلمت ظلم تاریک و تار — زن حبشیہ نے نکالا دمار
لگائی عجب ضرب بالائے سر — فنا ہو گیا بستر خواب پر

مولانا نظیری شاعر المخاطب بملک الشعرا در حق او این دو بیت گفتہ

اے ظالم از آہ دل شب خیز بترس — وز نفس بد شوم شر انگیز بترس
مژگان دم آلودۂ مظلوماں بیں — وز خنجر آبدار خوں ریز بترس

و این تاریخ وفات نیز از نتائج طبع بے نظیران شاعر روشن ضمیر است

ہمایوں شاہ آں مرد و دِ عالم — تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ فوتش — ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ ظالم بن سلطان علاء الدین بہمنی

ہمایوں گیا جو جہاں سے گذر — پسر اُس کا آیا بجائے پدر
گر ہشت سالہ تھا طفل صغیر — ہوا جو دکن میں یہ صاحب سریر
لکھا ہو کہ شہزادے کی والدہ — بہت منتظم تھی زن عاقلہ
اکابر میں تھے جو کہ خواجہ جہاں — پئے مشورت تھے وہی درمیاں
تھی اک ماہ بانو زن نیک نام — ذریعے سے اس کے تھے سارے پیام

مہمات میں سلطنت کے کلام — یہی عرض کرتی تھی اندر تمام
بلوغت کو پہنچا نہ تھا چونکہ شاہ — تو معمول تھا یہ کہ ہر صبح گاہ
محل سے طلوع ہوتا فیروز بخت — بٹھاتے تھے سب اس کو بالائے تخت
تو محمود گاواں و خواجہ جہاں — یسار و یمیں ہوتے باعز و شاں
سُنا یہ جو سلطان خلجی نے حال — کہ شاہِ نظام ہے بہت خورد سال
پئے قصدِ بیدر روانہ ہوا — تو مخدومہ نے کوچ یاں سے کیا
زر و گنج و آلات و جملہ حرم — تو تجار و محمود گاواں بہم
کیا جا کے اِن سب نے اُس میں قیام — کہ فیروز آباد جس کا ہے نام
فقط خان ملّو وہاں پر رہے — حصار ارک کے نگہباں رہے
جو ہے دولت آباد و بیڑ و برار — کیا قبضہ ان پر بصد گیر و دار
خلائق کو اُس نے کیا جو مطیع — ہوا رایتِ خلجیہ بس رفیع
کہ ناگاہ گجراتی محمود شاہ — بڑھا اپنی سرحد سے لے کر سپاہ
اگرچہ سن و سال میں تھا صغیر — مگر آیا رن میں پئے دار و گیر
تھا فیروز کی سمت عزمِ نظام — تو پہلے سے اس کا کیا انتظام
روانہ کیا اِک اُدھر نامہ بر — تو کل کیفیت سے اُسے دی خبر
تو محمود گجرات نے بست ہزار — مدد کے لیے بھیجے جنگی سوار
امیرانِ نامی بھی تھے معتمد — گئے سب یہ ارسال بہرِ مدد
چلے یہاں سے بیدر کو خواجہ جہاں — جو مرکز تھا پھیری اُدھر کو عناں
تو محمود گاواں بھی با چہل ہزار — تھے دکنی بھی اور اس میں فوج برار
ہوئے سمتِ دارالامارہ رواں — تو ملّو و خلجی لڑے درمیاں
جو محمود گاواں کی آمد سنی — ردِ مالوہ دل میں اُس کے ٹھنی

تھا ملّو سے خلجی پئے کارزار — سنی آمدِ فوج جو ایک بار
نہ ثابت رہا اس کا وہ حوصلہ — عناں پھیری اس نے سوئے مالوہ
روانہ ہوئی یہاں سے جنگی سپاہ — شہ مالوہ کے ہوں تا سدِّ راہ
تو محمود کا واں بصد ایلغار — معہ فوجِ جرار عشریں ہزار
گئے بیڑ و قندھار پر مثلِ شیر — عدو کو لیا چار جانب سے گھیر
ہوئی جبکہ خلجی پہ یہ گیر و دار — گیا کونڈواڑہ میں باحالِ زار
بصد اضطراب اور بحالِ خراب — تگ و دو سے مندو میں پہنچا شتاب
ہوئی پھر یہ تجویزِ شاہِ نظام — کریں شاہ محمود کو شادکام
رہ و رسم کے ہیں جو طرزِ جمیل — تو بھیجے معہ ہدیہ رہوار و فیل
گیا سمتِ گجرات محمود شاہ — یہ بیدر میں آئے کہ تھی تختگاہ

بیان ورود غم و اندوہ در ہنگام سرور و شادمانی حکایت عجیب لیل و نہار

مورّخ نے اس جا یہ ہے لکھا — ہوا شاہ کا جبکہ جشن طوی
مزیّن مفرّح تھی سب انجمن — بشاشت کے عالم میں سب مرد و زن
قضارا گئی جب گذر نصف شب — تو فریاد و نالہ تھا روتے تھے سب
زمین و زماں ہو گئے سبز فام — ہوا دہر سے کوچِ شاہ نظام
گلے ناشگفتہ از کیانی درخت — یکایک فرو ریخت از بادِ سخت
خطِ حسن برگل نہ انگیختہ — اجل خاک بر وے فرو ریختہ
غرض بعد دو سال و یک ماہ شاہ — بملکِ عدم ہو گیا رو براہ

ذکر شاہی ابوالمظفر محمد شاہ بہمنی کہ در عمر نُہ سال بجائے برادر بتخت رسید

تھی شاہ محمدؐ کی وہ کم سنی — رکھا سر پہ جو تاج اک بہمنی

مہماتِ ملکی میں تھے ہم عناں کہ محمود گاواں و خواجہ جہاں

محل سے جو ماں ان کی کرتیں خطاب سرانجام دیتے یہ اس کو شتاب

ہوئے خواجہ تُرک ایسے دخیل نہ تھا ان کی نظروں میں کوئی جلیل

تھے اقطاع پہ جتنے امیر قدیم مبدّل کیا اُن کو بےخوف و بیم

یہ کی اپنی جانب سے طرح جدید مقرر کیے اور بلطفِ مزید

جو محمود گاواں نے دیکھا یہ حال اگر دخل دیتے تو ہوتا ظہورِ ملال

امور جزو کُل سے تھے برکنار نہ باقی رہا اُن کا کچھ اختیار

تھیں مخدومہ جو اک زنِ عاقلہ پسر سے کہا کر دو تم فیصلہ

سنہ آٹھ سو او ستر تھے وہ بیگماں تھے دیوان اُن روزوں خواجہ جہاں

ہوا حسبِ ایمائے شہ اس سے کام کہ الملک آخر ہوا اوّل نظام

بضربات شمشیر بر روئے خاک کیا دو بدو شہ کے اس کو ہلاک

بہ تدبیر زاں پس محمد شہ ذت ببر این خود ساخت ملکِ دکن

جہانے زعدلش بآسودگی رخ دہر شستہ ز آلودگی

ازاں پس بالطافِ مخصوصِ شاہ تھے محمود گاواں باعزاز و جاہ

عنایت ہوئی شہ کی بیحساب دیا خلعتِ خاص و پایا خطاب

امیرانِ شاہی کے افسر ہوئے وہ منصب کہ جس سے مفخر ہوئے

جو سلطان محمد شہ تاج و تخت ہوئے چاردہ سالہ فیروز بخت

سرِ نام جس کے ہے لفظِ نظام تو بہ ہوئی اُن پہ شہ کی تمام

ہوا وہ سرِ فوجِ ملکِ برار بہ تسخیر کھرلہ گیا جاں نثار

خلاصہ سخن یہ کہ تا ایک سال پئے قلعہ کی اس نے جنگ و جدال

ہوا آخرش کو یہ انجام کار مخالف کا مجمع تھا بارہ ہزار

یہ تھے راجپوت اور افغاں تمام — توجہ ہوئی ان کو سوئے نظام
مقابل میں دونوں فریق آ گئے — شجاعت کے جوہر کو دکھلا گئے
کھنچیں تیغیں ہونے لگی جنگ سخت — ہوئی لشکرِ مالوی کی شکست
قلعہ سے گئے تھے جو باہر نکل — درِ قلعہ پہ پھر اڑے اُن کے دَل
تھا دُنبال میں اُن کے جیشِ نظام — پس و پیش مخلوط تھے بالتمام
ہوا اہلِ قلعہ کو تب یہ گماں — کہ آتے ہیں ساتھی ہمارے یہاں
جو کھولا درِ قلعہ کو بالتمام — ہوئے داخلِ قلعہ وہ وقتِ شام
ہوا دکھنیوں کا قلعہ میں عمل — رہے کچھ جو باقی تھے وہ مثلِ شل
نہ پہنچایا جانوں کو اُن کی ضرر — قلعہ سے مگر کر دیا تھا بدر
درونِ قلعہ رہ گئے دو نفر — دلیر و شجاع و جری نامور
ہوا ہر طرف جبکہ وہ اژدہام — زن و مرد باہر گئے بالتمام
فقط راجپوتوں میں تھے دو نفر — یہ گویا ہوئے وہ بصد کرّ و فر
مخاطب ہوئے یوں بہ سمتِ نظام — ہوئی جنگ میں عمر اپنی تمام
شجاعوں کی دیکھی بہت صفدری — مگر مثل تیرے نہ دیکھا جری
شجاعت کا رستم کے سنتے ہیں نام — حقیقت ہی کیا اُس کی پیشِ نظام
جو ہو اذن تو چومیں آ کر قدم — قلعہ سے تو اب کوچ کرتے ہیں ہم
نہ تھا آلۂ حرب نے تھی حسام — طلب کردہ آئے وہ پیشِ نظام
پئے پائے بوسی بڑھائے قدم — فنونِ سپاہی میں تھے برق دم
جماعت کھڑی تھی جو قربِ نظام — بہ چالاکی لی چھین اُن سے حسام
عجب تیز دستی سے کی دستبرد — عجب حیلہ سازی سے کی دستبرد
دو دستی چلی ان کی ایسی حسام — ہوا حملہ چو رنگ جسمِ نظام

کیے حربہ اوروں پہ بھی بیدرنگ — ہوئے کشتہ خود بھی وہ مابینِ جنگ
جو تھے خان عادل اخی نظام — تاسّف تحیّر تھا اُن کو تمام
ہوا اہلِ قلعہ پہ اُن کا گماں — جماعت عقب میں کی اُن کی وہاں
وہ تھا خوابِ غفلت میں سارا گروہ — قلعہ سے مگر دور تھے اک گروہ
گئے تھے جواں جو برہنہ حسام — اُسی دم کیے قتل وہ بالتمام
حفاظت قلعہ کی تھی مدِّنظر — سوار اور پیادے وہاں چھوڑ کر
تھی حمّال کے سر پہ نعشِ نظام — غنیمت بھی موفورہ تھی بالتمام
روانہ ہوئے جانبِ بارگاہ — غنیمت رکھی لا کے سب پیشِ شاہ
جو خدمت پسندیدۂ شاہ کی — ترقی ہوئی عزت و جاہ کی
ہزاری ہوئے صاحبِ صلہ — ملا اُن کو جاگیر میں وہ قلعہ
امیروں میں شہ کے ہوئے منتظم — خدا کا ہوا ان پہ فضل و کرم
جو والیٔ مندو تھا پرخاش پہ — پئے صلح مائل ہوا خیرہ سر
ہے الملک کے قبل لفظ شریف — فرستادہ محمود شہ کا ظریف
ہوا آستاں بوس گردوں اساس — سفیر آیا شاہ محمدؐ کے پاس
بجا لا کے آداب شاہی تمام — کیا عرض محمود شہ کا پیام
محبت کا جادہ جو ہے مستقیم — رہ و رسم ہیں اُس کے نہایت قدیم
ہشنگ اور احمد میں تھی رسم و راہ — جو سابق میں لازم ہے اس کا نباہ
برار ہے جو اک ملک مثلِ چمن — مسلّم رہے وہ بشاہِ دکن
جو کھرلہ کا ہے ایک حصن حصین — جز و کل مضافات حصن حصین
بوالیٔ مندو مسلّم رہے — ہر اک اپنی سرحد پہ قائم رہے
جو سلطان کھرلہ پہ قابض ہوا — تنازع ہوا اس میں مابین کا

نہ ہو نقضِ عہد اور نہ ہو گیر و دار — مواثیق سابق رہیں بر قرار
تنازع یہ ہو جائے جو برطرف — رعایا کی جانیں نہ ہوئیں تلف
کیے منتخب شاہ نے دو وزیر — خردمند و ذی علم و روشن ضمیر
تھے اک شیخ احمد تو دیگر شریف — روانہ ہوئے دونوں مردِ ظریف
یہ والیٔ مندو سے جاکر کہا — یہ کہتے ہیں سلطانِ فرماں روا
محبت کا جادہ تھا جو کچھ بہم — ہنوز اس پہ مضبوط و راسخ ہیں ہم
جو مدر اس ہے ایک ملکِ وسیع — بکثرت ہیں اس میں قلاع رفیع
ہنود و مجوس اس میں کرتے ہیں راج — نہیں مجھ کو کھڑلہ کی کچھ احتیاج
بحمداللہ یہ بہمنی دودماں — کریں نقضِ عہد اس سے ہیں بیکراں
برادر مرا جبکہ تھا خورد سال — ارکین دولت میں تھا اختلال
تمھارے ہی لشکر نے کی ابتری — ہوئی کس کی جانب سے غارتگری
مرے ملک میں جو ہوئے واقعات — وہ ہیں عہد چنگیز کے واقعات
جو گزرا سو گزرا مگر بعد ازیں — ہو اصلاح مابین خاطر نشیں
جو کچھ شیخ احمد صدارت پناہ — وہ ہے اہلِ اسلام کا خیر خواہ
دیانت میں ازبسکہ ہے معتبر — وہ مُصلح ہے اور دافع شور و شر
وہ مابین میں جو کہ دیویں قرار — مناسب ہے اس کو کریں اختیار
حوالیٔ مندو میں پہنچا سفیر — توسب پیش قدمی کو آئے امیر
مدارات و اعزاز و اکرام سے — کیا خوش اُسے شہ کے اکرام سے
رسائی ہوئی بخت مسعود کی — ملاقات سلطان محمود کی
بلاواسطہ پیشِ صاحب سریر — کیا عرض جو کچھ تھا مافی الضمیر
جو ارکان دولت تھے شہ کے قریں — کہا سچ ہے شک اس میں ہرگز نہیں

ہر اک کی زباں پر یہی تھا سخن　　ہوئے بے شبہ ہم ہی پیماں شکن
ہوا نقضِ عہد اپنی جانب سے سب　　خدا سے یہ امید رکھتے ہیں اب
فراواں جو ہی رحمتِ کاملہ　　ہمیں بخش دے اور نہ لے مواخذہ
کہا شاہ محمود نے بعد ازیں　　ہی مابین میں مصلحت کے قریں
رہیں دوست دو بادشاہِ غنی　　رہیں متحد خلجی و بہمنی
کریں محو سابق کے دل سے خیال　　سر نو ہو باہم محبت کمال
نہ سرزد کوئی امر ہوئے خلاف　　کدورت ہو جائیں دل سے صاف
باولاد و احفاد از جانبیں　　روابط ضوابط ہوں بازیبِ زیں
نہ ہرگز کبھی ہو نفاق و شقاق　　رہے ایک دل باہمی اتفاق
محمد شہ بہمنی کی طرف　　تھے اک شیخ احمد بعزّ و شرف
تھے سلطان محمود کے اک وکیل　　سلام اللہ آل نبی نیک جبیں
ہوا الغرض عہد نامہ رقم　　موکد بایمان و قول و قسم
جو علما مشائخ تھے ذی احترام　　ہوا مہر اُن کے ہوئے ارتسام
لکھا دونوں شاہوں نے برحاشیہ　　تجاوز کرے جو کہ از معاہدہ
کریں اس پہ نفریں خدا و رسول　　گرفتار لعنت ہو وہ بوالفضول
یہ تھا عہد نامہ کا اک ماحصل　　کریں تا کہ طرفین اس پر عمل
ہر اک شاہ کا یہ رہی بند و بست　　ہوں حدِ تجاوز سے کوتاہ دست
دگر اور جو کچھ ہی ملکِ خلاف　　ہو توفیق جس کو کرے وہ مصاف
ہوا عہد نامہ یہ جس دم درست　　نگہبانِ قلعہ کو لکھا نخست
ابھی خالی کھرڑلہ کا کردو قلعہ　　کریں قبضہ اس پر شہِ مالوا
ملازم تھے محمود کے مثل کرد　　کیا حسبِ فرمان اُن کو سپرد

تو شیخ احمد صدر ذی احترام — مُرخّص ہو آئے بعین المرام
ہوا آٹھ سو اور ستّر جو سال — ہوئی قحط سالی دکن میں کمال
برار اور گجرات تا مالوہ — تو بیدر تلنگان اور مرہٹہ
ہوئے شہر ویران اور دہ خراب — زمیں خشک سالی سے بے آب و تاب
ہوا قحط باراں کا جو دو برس — گئی خلق پانی کو بالکل ترس
وزاں پس جہاں رابگر دید حال — کہ قطعاً نبارید باراں دو سال
برآمد یکے ہائے ہوئے زد ہر — ز مردم تہی ماند بازار و شہر
سوم سال رحمت کی آئی نسیم — ہوا موجزن بحر ربّ کریم
نزول آبِ باراں کا جس دم ہوا — سر نو جہاں سبز و خرّم ہوا
تھے محمود گاواں جو مرد عقیل — جو دیکھا کہ ہے ملک شاہی طویل
ہوا رائے صائب کا یہ اقتضا — ضوابط نئے ملک میں ہوں ادا
کیا عرض سلطاں سے با قلب و دل — پسندیدہ مطبوع ہوئے وہ عمل
ازانجملہ یہ اک ہوا بند و بست — ہوئی چار قسمت کی تقسیم ہشت
سر لشکرِ سمت بھی اس قدر — مگر خود انھیں اس سے پہنچا ضرر
دو قسمت ہوا جملہ ملک برار — یہ تفصیل اُس کی ہے اے ذی وقار
جو کاویل تھا وہ بفتح اللہ خاں — تو ماہور میں تھے خداوند خاں
ملی خانِ عادل کو یہ دست برد — کیا دولت آباد ان کو سپرد
اسی طرح تقسیم کی ہر طرف — یہی حکم نافذ ہوا ہر طرف
بعہد علاؤالدین حسن بہمنی — یہ تھا انتظام حسن بہمنی
تھے سر فوج کے جملہ تابع قلاع — اُٹھاتے تھے وہ رایتِ ارتفاع
حصونِ متیں پر تھا یہ داعیہ — تھے سرکش بھی اور کرتے تھے سامنہ

بدیں وجہ یہ آصفِ جم حشم ۔۔۔ بطرزِ دگر گوں ہوئے منتظم
شرایط سے تھا حزم کے جو بعید ۔۔۔ لہٰذا کیا انتظامِ جدید
معہ خیر و دولت آباد و بیجانگر ۔۔۔ بہ تجویزِ شاہنشہِ بحر و بر
تو کاویل نرنالہ گلبرگہ بھی ۔۔۔ یہ حصن حصین و متیں تھے سبھی
بحکامِ دیگر مسلّم ہوئے ۔۔۔ تو محمود سے جملہ برہم ہوئے
جو تھے مردمِ منصبی ذی وقار ۔۔۔ مفوّض ہوئے اُن کو جملہ حصار
یہ محمود کا واں سے پہنچا الم ۔۔۔ کیا اس وجہ سے انھیں متّہم
بہ رائے اڑیسہ تھا خط رقم ۔۔۔ کہ خواجہ کی مُہر اُس پہ تھی مرتسم
یہ مضمون نامہ تھا اے باادب ۔۔۔ تھی خواجہ کی جانب سے اُس کی طلب
محمد جو ہے بادشاہِ دکن ۔۔۔ وہ غافل ہے بے ہوش سرّ و علن
دگر یہ بھی مضمون تھا اس میں لکھا ۔۔۔ شریک ہم بھی ہوں ہو جو جنگ آزما
مورّخ نے در اصل یہ ہے لکھا ۔۔۔ یہ خط جعل کا مُہر خواجہ سے تھا
غرض مہرِ خواجہ تھی جس کے سپرد ۔۔۔ کسی شخص نے اس سے کی دستبرد
رکھا بادشاہ کے جو پیشِ نظر ۔۔۔ پئے مُرسلہ تھا وہ آشفتہ تر
جو محمود کا واں سے پرساں ہوا ۔۔۔ جو منکر ہوئے یہ تو حیراں ہوا
غم و غصّہ شہ کو تھا حد سے زیاد ۔۔۔ لکھا تھا کسی نے ز راہِ عناد
غضب قہر سے شاہ تھے خشمگیں ۔۔۔ یہ محمود بولے مجھے علم اس کا نہیں
اگرچہ مری مُہر ہے مرتسم ۔۔۔ نہیں ہے مگر میرا خط رقم
کہا خواجہ نے گو ز روئے حلف ۔۔۔ مگر قہر شہ تھا بہ شور و شغف
ہوئے قتل محمود جو بے گناہ ۔۔۔ تو برہم ہوئے جملہ اعیانِ شاہ
مسمّیٰ بجوہر تھا خواجہ سرا ۔۔۔ پئے قتل حکم اُس کو شہ نے دیا

دو زانو نشستہ تھے وہ قبلہ رُو — ہوئے قتل جو خواجۂ نیک خو
ہوا پیش جو سخت یہ مرحلہ — تھا وردِ زباں کلمۂ طیبہ
طریقہ ہے یہ اہل آگاہ کا — دمِ ذبح ہو نام اللہ کا
شہادت کا درجہ ہے یہ منجلی — کہ کہتے ہیں الحمد للہ ولی

ملّا عبدالکریم ہمدانی ایں قطعہ گفتہ

بشہید بے گنہ مخدوم مطلق — کہ عالم را از وجودش بود رونق
اگر خواہی تو تاریخ وفاتش — فرو خوان قصۂ قتل بناحق

و دیگرے چنیں گفتہ

سال فوتش گر کسے پرسد بگوئے — بے گنہ محمود گاواں شد شہید

و ملّا سامعی کہ مداح و ندیم و نوکر او بود تاریخ وفات او گفتہ

چوں خواجۂ جہاں نخورد ہرگز حرام خواری — در دل ہنود می کرد پیوستہ جان کاری
کشت او شہید مغفور اے سامعی بتحقیق — تاریخ کشتن او جوئے از حلال خواری

در بلدۂ بیدر مدرسہ از آثار خیر اوست
کہ قطع تاریخش سامعی گفتہ

ایں مدرسۂ رفیع محمود بنا — چوں کعبہ شدہ است قبلۂ اہل صفا
آثار قبول بیں کہ شد تاریخش — آیت ربنا تقبل منا

و مولانا جامی قدس سرہٗ مکاتیب بہ او می فرستاد و نیز جواب می نگاشت
و در قصاید ملا جامی قصیدہ ایست کہ مخصوص بنام او کردہ است مطلعہ اش این است

مرحبا اے قاصد ملکِ معانی مرحبا — اھلاً کز جان و دل نذر تو کردم صلا
ہم جہاں را خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست — آیت الفقر لیکن تحتِ اُستاد الغنا

و دیگر فرمودہ است

جامی اشعارِ دلآویز تو جنسیست لطیف — بودش از حسن شیوہ و لطف معانی نازش
ہمرہ قافلۂ ہند روں کن کہ رسد — شرف عز و قبول از ملک التجارش

ہوا قصد جو احمد آباد کا — تو پیدا ہوا رنگ اضداد کا
تو فتح اللہ بھی اور خداوند خاں — معہ فوج و لشکر کے آئے یہاں
دو فرسخ پہ اُترے تھے شہ سے جدا — سُنا یہ تو فسخ عزیمت ہوا
گیا آدمی جو برائے طلب — علیحدہ اُترنے کا پوچھا سبب
جواب افسروں نے یہ شہ کو دیا — ہوا خواجہ محمود پر افترا
ہوئے تابع بدگمانی جو شاہ — کیا قتل ناحق اُسے بے گناہ
نہیں ایسے اشخاص سے کچھ عجب — کریں متہم ہوں اسیرِ تعب
یہ تب شاہ نے خفیہ بھیجا پیام — جو آؤ تو شورہ میں کچھ ہوں کلام
جو تحقیق ہو جائے یہ ماجرا — تو دوں خواجہ کے دشمنوں کو سزا
بلانے جو آیا تھا اس سے کہا — اگر خان عادل یہاں آئے گا
تو بے عذر آئیں گے یہ خیر خواہ — معہ اس کے ہوں گے قدم بوس شاہ

بغیر از مواسا جو چارہ نہ تھا — سوئے خان عادل کے فرماں گیا
بسرعت ہوا وہ بھی فرہاں سے رواں — گیا نزد فتح اللہ وہ ناگہاں
جو تھا جانب شہ سے سب کو نفاق — ارادہ ہوا ایک بالاتفاق
پئے مدعا سب ہوئے تیز گام — کہ خود سر ہوئے تھا نہ کچھ شہ سے کام
جو جاگیر خواجہ تھی بیجانگر — وہ لی خانِ عادل نے باکرّ و فر
طرف دار اس حد کا وہ ہو گیا — نشان اس کی عظمت کا اس میں گڑا
تھا اک خان دریا دِگر ملّو خاں — معہ فخر ملک اور امیران خاں
مطیع اور منقاد عادل ہوئے — اُسی سمت و اقطاع کے عامل ہوئے
سرنام جس کے تھا لفظِ نظام — کہ الملک دو دکنی بھی ہو انضمام
طرف داری دولت[له] کی اس کو ملی — رہا جا کے اُس میں بہ باخوش دلی
عماد اور حبشی خداوند خاں — حصول مقاصد میں باعز و شاں
باقطاع خود تھے جو اُن کے قدیم — ہوئے دونوں یہ جا کے اس میں مقیم
گئے احمد آباد بیدر میں شاہ — ہر اک اپنے مقصد پہ تھا رو براہ
عماد اور عادل خداوند خاں — نہ آئے یہ سب شہر کے درمیاں
بجائے دگر سب کی تھی بارگاہ — کنارا کیا خود بنے بادشاہ
ہوا شاہ کو بھی وثوق و یقیں — مطیع ہوں مرے اب یہ ممکن نہیں
خزانہ رہا اور نہ ملک و سپاہ — فقط نام کو رہ گئے بادشاہ
جو برہم ہوا سلطنت کا یہ رنگ — کیا پھر نہ سلطاں نے بھی عزمِ جنگ
کسی سے نہ پھر کچھ تعرض کیا — ہر اک اپنے اقطاع کا حاکم بنا
ملک اور حسن اور لفظ نظام — معہ الملک ذکری یہ پورا ہو نام
یہی پیشوا اور نائب ہوا — جز و کل میں شہ کے یہ نائب ہوا

[له] مراد از دولت آباد

ہوا پھر یہ سلطاں کو سودائے خام — کہ لوں خان عادل سے میں انتقام
پئے صیدِ شیرِ قلعہ ملکواں — کیا کوچ بیدر سے باعز و شاں
کیا تھا امیروں کو شہ نے طلب — معہ فوج جنگی کے آئے وہ سب
مگر تھا وہی طور و طرز قدیم — علیحدہ ہوئے شاہ سے وہ مقیم
مگر کوچ کے وقت وہ بالتمام — الگ دور سے کرتے شہ کو سلام
لکھا ہے پس از سیرِ شہر و حصار — پئے عزم رجعت ہوئے شہریار
جو تھا برسیو رائے بیجا نگر — دیا حکم عادل کو جاؤ ادھر
فروغ و ترقی ہو اسلام کو — کرو سرنگوں اہلِ اصنام کو
عماد اور خداوند و فتح اللہ خاں — ایلچ پور بے اذن شہ تھے رواں
جو کثرت سے پیتا تھا یہ شہ شراب — بالآخر علیل ہو بحال خراب
سنہ آٹھ سو اور ستاسی ہوئے — جو شاہِ محمد عدم کو گئے
شہنشاہِ جہاں شاہِ محمدؐ — کہ در بحر فنا ناگہ فرو شد
دکن چوں شد خراب از رفتنِ او — خرابیٔ دکن تاریخ او شد

ذکر جلوس محمود شاہ بہمنی بن محمد شاہ بہمنی

تھے بارہ برس کے یہ محمود شاہ — ہوئے رونق افروز دیہیم گاہ
جہاں قصرِ شاہی میں رکھا تھا تخت — مزیّن پئے شاہ اقبال و بخت
دو کرسی تھیں اُس کے یسار و یمیں — لکھا ہے کہ وہ ساخت نقرہ کی تھیں
محب اللہ شاہ اور سید حبیب — مشائخ تھے اس عصر کے او نجیب
پس از فاتحہ تاج وہ بہمنی — رکھا برسرِ محمود شہ بہمنی
چپ و راست پکڑے تھے شہ کا یہ تخت — بٹھایا اسی طرح بالائے تخت،

طرف دار اربعہ پئے تہنیت
معہ فوج آئے بصد تمکنت

تھیں سلطان محمود کی والدہ
عفیفہ و با عصمت و عاقلہ

تھا فتح اللہ جو سلطنت میں عماد
وزارت سے اُس کو کیا بادو شاد

علاؤالدین تھا جو اُس کا پسر
سر فوج تھا وہ ازیں بیشتر

ایلچ پور اُس کو روانہ کیا
دگر بند و بست اس طرح پر ہوا

عماد اور فتح اللہ بحری نظام
یہ سب ملک کے تھے مدار المہام

تھیں محبوب سلطاں کی جو والدہ
ہر اک امر میں اُن سے تھا مشورہ

مگر حاسدوں کو ہوا جو حسد
تھا سلطان کم سن بھی اور بے خرد

کیا فوجیوں نے اُسے برخلاف
ہوا مثل شمشیر وہ بے غلاف

کیا اس طرح سے اُسے پُر عناد
ہی فتح اللہ جو سلطنت میں عماد

سمجھتا ہی سلطان کو وہ حقیر
گو سلطنت کا ہی مالک وزیر

ہوئی بات یہ شہ کے نقش ضمیر
دلاور کو تھا حکم قتل وزیر

جو یہ خان حبشی کو فرماں دیا
کمر بستہ وہ قتل پر ہو گیا

دلاور معہ ایک شخص دگر
تھا شمشیر در دست اور کینہ ور

جو آئے وہ باہر پس از مشورہ
گرا اُن پہ شمشیر کا صاعقہ

وہ تھے مرد میدان جنگ و نبرد
کیا زور بازو سے حملوں کو رد

قلعہ سے نکل آیا جس دم وزیر
ایلچ پور کو وہ ہوا راہ گیر

ملک تھے حسن جو کہ بحری نظام
ہوئے سمت گجرات وہ تیز گام

ضروری مہم ہوتی سلطان کو جب
تو فتح اللہ اُس وقت ہوتے طلب

یہ آتے تھے ہمراہ لے کر سپاہ
رفاقت بھی کرتے تھے ذی دستگاہ

جو ہوتا تھا شہ عازم بارگاہ
جدا ہوتے دونوں ز اثنائے راہ

فقط دور سے کرتے جھک کر سلام — نہ تھا شہ کے جلسے سے کچھ اُن کو کام
مِلک تھا جو اِک بحری احمد حسن — ہوا خیرہ سر وہ بھی سرّ و علن
بالآخر وہ سرکش ہوا اس قدر — لیا اُس نے آبادؔ و احمد نگر
جو حاصل ہوئی ثروتِ خسروی — حکومت سے دل ہو گیا بس قوی
روانہ کیا ایک اپنا سفیر — لکھا تھا جو کچھ اس کے مافی الضمیر
مشترح تھا یہ نامۂ اتحاد — سوئے عادل و خانِ فتح عماد
بتاکید و اصرار یہ تھا رقم — سزادار و لائق اب اس کے ہیں ہم
لوازم جو کچھ بادشاہی کے ہیں — رواسم جو ظلِّ الٰہی کے ہیں
بجا لائیں ہم تینوں بالاتفاق — ارادہ ہوا یہ تو با طمطراق
تھا اقبال و بخت اُن کا جو پائے بوس — تو بجنے لگا بادشاہی کا کوس
باظہار شاہی دیا یہ قرار — بجے پنج وقتہ یہ لیل و نہار
ہوا جبکہ یہ صاحبِ تخت و تاج — دیا خطبۂ و سکّہ کا بھی رواج
اخطبۂ و سکّہ سے شہ کا نام — ہوئی سلطنت بہمنیہ تمام
سنہ نہ صدی میں تھے دس سال کم — ہوئے شہ جو معزولِ جاہ و حشم
بہت پست فطرت تھا عشرت گزیں — جو دشمن تھے اُن کو کیا ہم نشیں
امور اہم میں نہ کرتا تھا قیاس — تزلزل میں تھے سلطنت کے اساس
سفاہت ہوئی اُس کے جو پس پدید — ہوا تب مسلّط امیر برید
نہ باقی رہا کچھ اُسے اختیار — نہ محمود کو تھی مجال فرار
قطب شاہ جس دم ہوا بادشاہ — رکھے رسم سابق کے اُس نے نگاہ
غرض پنج ہزار ہوں وہ مخفیات — انھیں مُہر بمُہر بھیجے حین الحیات
جو نہ صد یہ افزوں ہوئے بست چار — تو محمود پہنچے بدار القرار

دولت آباد

لکھا مدتِ سلطنت کا یہ حال — کہ کی سلطنت اس نے سینتیس سال
لکھا ہی یہ قاسم نے اُس شہ کا حال — فراغت طلب تھا خفیف الخیال

احوال احمد شاہ بہمنی بعد فوت سلطان محمود امیر بُرید خلف الصدق او۔ احمد شاہ بہمنی را بر تخت شاہی مثل سر فروش بنشاند

تھے محمود شہ کے جو احمد خلف — ہوئے بادشاہ وہ بعزّ و شرف
مسلّط تھے لیکن امیرِ برید — جز و کُل یہ ان کا تھا حکم شدید
تھے احمد بھی اپنے پدر کی مثال — وہی اُن کی خلقت میں سب تھے خصال
نہ تھا مشغلہ اور کچھ روز و شب — مے و شاہد و عیش و رقص و طرب
جو بدمست دیکھا بجدِ شدید — یہ تدبیر سوچا امیرِ بُرید
عمارات شاہانہ ترتیب دی — پئے جلسۂ عیش ترغیب دی
درختانِ موزوں و آبِ رواں — چمن در چمن مثلِ باغِ جناں
بساط و صراحی و طنبور و جام — مہیّا تھا سامانِ عشرت تمام
مُرصّع جو اک تاج تھا بہمنی — تو جامِ مُرصّع بھی تھا بہمنی
تھا موجود ہر دم یہ اسبابِ عیش — نہ تھا رنج کوئی بجز خوابِ عیش
موکّل معیّن تھے ہر صبح و شام — کہ مجلس سے باہر نکالے نہ گام
دو سال اور اک ماہ ہوئے جو بسر — گئے شاہ احمد جہاں سے گزر

ذکر علاؤالدین شاہ بہمنی بعد رحلت احمد شاہ امیر بُرید برائے اصلاح دولت خویش بر سریر دولت بنشاند

علاؤالدین احمد کے جو تھے پسر — کیا سلطنت پر انھیں جلوہ گر

شجاع و خرد مند نیکو سیر — نہ تھا مثلِ اوضاع جدّ و پدر
صفاتِ ذمیمہ سے تھا اجتناب — نہ بھولے سے لیتا یہ نامِ شراب
مدارا کیا وہ بخُلقِ سعید — ہوا دوست اس کا امیرِ برید
کیا اس طرح اپنے دشمن کو رام — کہ آزاد مطلق ہوا بالتمام
یہ تدبیر چاہا کروں اس کو زیر — مقدر میں اس کے جو تھا ہیر پھیر
نہ تدبیر کوئی ہوئی چارہ گر — اجل آگئی اُس کے بالائے سر

ذکر ولی اللہ شاہ بہمنی

علاء الدین عدم کو ہوئے تیز گام — ولی اللہ ہوئے اُن کے قایم مقام
سلاطین میں یہ جو شامل ہوا — تو خطبہ میں نام اس کا داخل ہوا
بظاہر تھا دشمن سے بس اختصاص — تھا مکنون دل یہ کہ ہوئے خلاص
ہوا اس سے آگہ امیرِ بُرید — رکھا پاس اپنے بقیدِ شدید
ولی اللہ کی منکوحہ تھی دل رُبا — امیر بُرید اس پہ عاشق ہوا
بدیں وجہ مسموم سلطاں ہوا — جو تھا امر مشکل وہ آساں ہوا

ذکر کلیم اللہ شاہ بہمنی

لکھا ہی کلیم اللہ شاہ بہمنی — تھے چھوٹے اخی ولی بہمنی
فقط نام کو یہ ہوئے بادشاہ — نہ تھا کوئی سامانِ اعزاز و جاہ[۹]
تھے نہ صد پہ پینتیس[۳۵] ہجری فزوں — ہوئے وارِدِ ہند جو بابر شیوں
ہوا ان کی آمد کا شور و شغف — گئی کوکبہ کی چمک ہر طرف
تھے جتنے سلاطین صاحب سریر — عرایض معہ تحفہ بھیجے سفیر

کلیم اللہ نے بھی بغرضِ حصول — لکھی عرضی اور ایک بھیجا رسول
ہوا تھا نہ حاصل جو اس کا ثمر — کہ اعلان اس کا ہوا سربسر
نہ پائی جو دشمن سے اپنے مفر — فراری ہوا وہ بہ احمد نگر
جو برہان تھا واں کا فرماں روا — وہ تعظیم کرتا تھا حد سے سوا
بالآخر بحکم قضا و قدر — اجل آئی اُس کی بہ احمد نگر
کلیم اللہ پر ہوگیا اختتام — ہوا بہمنی پھر کسی کا نہ نام
گئی دولت بہمنی جو گزر — ہوئے طائفے پنج پھر وہ جلوہ گر

قطب شاہ و عادل نظام و عماد
بُریدی تھے بیدر میں فرحان و شاد

INTRODUCTION

THE text of Urdu Poem published here is a translation of the fourth chapter of the *Tarikh-i-Amjadia*, written in Persian prose by Abul Fatha Ziau'd-Din Muhammad, known as Sayyad Amjad Husain son of Sayyad Ashraf'ul-Husaini-al-Ayazi, the preacher of the Jami Masjid and Id Gah of Ellichpur. It was composed during the Chief Ministership of Sir Salar Jang Mukhtaru'l-Mulk, of Hyderabad. When Nawab Khurshid Jah, visited Berar, the author availed of the opportunity to present himself with the manuscript of the said work to the Nawab Sahib Bahadur seeking his permission and approval to publish the same work which the Nawab graciously granted, and it was published in 1287 A.H. 1861 A.D. at the Khurshidia Press in Ellichpur under the title of :—

Tarikh-i Dakkan entitled Riazu'r-Rahman known as Tarikh-i-Amjadia.

The complete printed edition of *Tarikh-i-Amjadia* consists of eleven chapters and one epilogue with three sub-heads. It extends over 725 pages. This particular chapter on the Bahamani kings contains about sixty pages from 138 to 201, which have been translated into Urdu poetry by one contemporary local poet called Suhail. By chance its one MS. forms the part of the collection of MSS. of the Historical Museum, Satara, housed at the Deccan College Post-Graduate and Research Institute, Poona. It is now being published here by the kind permission of the Director Dr. I. J. S. Taraporewala under the auspices of the Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Hind, Delhi.

There is another MS. of the same Tarikhi-i-Bahmani at the Osmanya University, Hyderabad-Deccan, which is unfortunately incomplete and in the beginning it contains something about Mahmud of Ghazna which looks a latter attempt, but further on tallies with our MS. from which we conclude that the published text of *Tarikh-i-Bahmani* as a whole is complete in itself.

Some of the important controversial points have been discussed in the Introduction to this edition in Urdu for the general reader therefore they need not be repeated here. From the study of the text it is obvious that it has mostly been based on Ferishta as the poet has acknowledged it in one of the verses

POONA. M A CHAGHATAI
23rd June 1941.